روایات جمع وتدوین قرآن-معاصر مسلم واستشراقی فکر
(تحقیقی وتنقیدی مطالعہ)

ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم*

It is human phenomena, that different world views, cultural differences and remoteness of time produce a lot of confusions in mind. It becomes a barrier to understand the matter of fact. Same is the case with the Quranic compilation accounts, one who has a superficial approach on Hadith literature can easily draw a contradiction amongst these accounts. According to one account Hazrat Abu Bakr, other support to Hazrat Umer, some are in favor of Hazrat Salim, and a few bear the name of Hazrat Ali and of Hazrat Usman who initiated to compile the Quran firstly. A group of accounts has also been found which support Quranic compilation has been matured in Prophetic era. An attempt has been made to remove the contradiction in the Quranic compilation accounts.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (م-۱۱ھ/۶۳۲ء) کے رحلت کے وقت قرآن کریم اپنی مکمل صورت میں مختلف چیزوں کھجور کی شاخ کے ڈنٹھلوں، پتھر کی تختیوں اور دباغت شدہ چمڑا قسم کی اشیا پر تحریر شدہ صورت میں موجود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ (م-۱۳ھ/۶۳۴ء) نے اپنے دورِ خلافت میں قرآن کریم کو صحف کی شکل میں مدون کروایا دیا، جس سے قرآن کریم تحریری طور پر محفوظ ہو گیا۔ اس پر صحیح بخاری و جامع ترمذی کے علاوہ کثیر روایات شاہد ہیں۔

مگر کتب روایات کی ورق گردانی سے بعض ایسی روایات ملتی ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے قبل مختلف صحابہ کرام نے قرآن مدوّن کر لیا تھا، اس لیے عہدِ صدیقی میں یہ کام تحصیلِ حاصل تھا۔ جس طرح حضرت علی (م-۴۰ھ/۶۶۰ء)، حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ (م-۱۲ھ/۶۳۴ء)، حضرت اُبَی بن کعبؓ (م-۲۹ھ/۶۵۰ء) اور حضرت ابن عباس (م-۶۸ھ/۶۸۸ء) رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں روایات میں یہ بات نقل کی گئی ہے کہ ان حضرات نے قرآن مجید مصحف کی صورت میں عہدِ نبوی ہی میں جمع کر لیا تھا۔ اس طرح یہ روایات تدوینِ قرآن بعہد صدیقی سے متعلق روایات سے بظاہر متعارض نظر آتی ہیں۔ انہی بظاہر متعارض روایات سے موجودہ عہد میں مسلم وغیر مسلم محققین مختلف قسم کی غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

* اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور۔

کارل بروکلمان (Carl Brockelmann) (م۔۱۹۵۶ء) لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں قرآن کریم کی تدوین ہوئی:

”علیٰ أن الخلیفة عمر هو الذی أمر زید بن ثابت ، أن یقوم بجمع القرآن وکتابات الوحی.“(۱)

جان برٹن (John Burton) تدوین قرآن بعہد صدیقی سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ ایک من گھڑت قصہ ہے:

"Burton contends that the collection stories are completly fictitious."(2)

آرتھر جیفری (Arthur Jeffery) (م۔۱۹۵۹ء) کا کہنا ہے کہ اگر تدوین قرآن بعہد صدیقی کو تسلیم لیا جائے تو یہ بات لازم آتی ہے کہ عہد نبوی میں قرآن کریم لکھا ہی نہیں گیا تھا۔ آرتھر جیفری لکھتے ہیں کہ کہا جاتا ہے عہد نبوی میں قرآن کریم اوراق وصحف کی صورت میں جمع تھا۔ مستشرقین اس بات کو قبول نہیں کرتے کیوں کہ یہ بات ان روایات سے متصادم ہے جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ ”نبی کریم ﷺ وفات پا گئے اور قرآن کریم کہیں بھی تحریری صورت میں جمع نہ تھا“:

”لما قبض النبی ﷺ لم یکن فی أیدی قومه کتاب . قیل ان النبی ﷺ کان کل ما نزلت علیه آیات أمر بکتابتها وکان یعرض علیٰ جبریل مرة فی کل سنة ما کتب من الوحی فی تلك السنة وعرضه علیة مرتین سنة موته ، وهکذا جمع القرآن کله فی حیاة النبی ﷺ فی صحف و أوراق ، وکان مرتباً کما هو الآن فی سوره وآیاته الا أنه کان فی صحف لا فی مصحف ، و هذا لا یقبله المستشرقون لأنه یخالف ما جاء فی أحادیث أخریٰ أنه قبض ﷺ ولم یجمع القرآن فی شیء ، وهذا یطلق ما روی من خوف عمر بن الخطاب وأبی بکر الصدیق لما استحر القتل بالقراء یوم الیمامة وقالا ان القتل استحر فی قراء القرآن ونخشی أن یستحر القتل بالقراء فی المواطن کلها فیذهب قرآن کثیر، ویبین من هذا أن سبب الخوف هو قتل القراء الذین کانوا قد حفظوا القرآن ، ولو کان القرآن قد جمع وکتب لما کانت هناك علة لخوفهما .“(۳)

مستشرقین کا کہنا ہے کہ جمع وتدوین قرآن کے متعلق روایات میں اس قدر تعارض اور اختلاف پایا

جاتا ہے کہ حقیقت تک رسائی مشکل ہو جاتی ہے۔ مستشرق پیرسن (J. D. Pearson) کا کہنا ہے کہ ایک روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی سے قرآن کریم کی ایک آیت سے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ فلاں شخص کے پاس تھی اور وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گیا ہے جس پر آپ نے افسوس کا اظہار کیا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا، دوسری روایت کے مطابق حضرت عمرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کریم جمع کیا، بعض روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن جمع کیا مگر وہ مکمل نہ کر سکے اس کو حضرت عمرؓ نے مکمل کیا، اسی طرح ایک روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا مگر مکمل ہونے سے قبل ان کی وفات ہو گئی:

> "For one thing, most of the key points in this story (Hadith of the collection of th Quran in the era of Abu Bakr) are contradicted by alternative accounts in the canonical Hadith collections and other early Muslim sources. According to one Hadith, 'Umer once asked about a verse and was told that it had been in the possession of someone who was killed at Yamama, so he gave the command and the Quran was collected,' and 'Umer was first to collect the Quran,' other accounts say that 'Abu Bakr began the collection and Umer completed it,' or that 'Abu Bakr was the first to collect the Quran on sheets (suhuf), while Umer was the first to collect the Quran into a single volume (mushaf),' others say 'Umer ordered the compilation, but died before it was completed.'"(4)

ذیل میں جمع وتدوینِ قرآن سے متعلق روایات کے درمیان پائے جانے والے اسی تعارض کا تحقیقی جائزہ لیا جاتا ہے۔

مصحفِ حضرت عثمانؓ:

حضرت عثمان بن عفانؓ (م۔۳۵ھ/۶۵۵ء) کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید مدون کیا۔ اسی حوالے سے محمد بن یحیٰ سے روایت مروی ہے:

" حدثنا محمد بن یحییٰ قال حدثنا عبدالعزیز بن عمران عن ابراھیم

بـن سـعـد عـن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة قال: ان أول
مـن جـمـع الـقـرآن فـي مـصـحـف و كتبه عثمان بن عفان ثم وضعه فى
المسجد فأمر به يقرأ كل غداة."(۵)

اس روایت کا اگر سنداً تحقیقی جائزہ لیا جائے تو اس سے یہ بات سامنے آتی ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ (م۔۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ اس میں راوی عبدالعزیز بن عمران متروک (وہ راوی جس پر جھوٹ بولنے کا الزام ہو) ہے، اور اس نے اپنی کتب کو جلا دیا تھا، جس کے بعد وہ اپنے حافظہ کی بنیاد پر روایات بیان کرتا تھا، جس میں فاش غلطی کا مرتکب ہوتا تھا:

"متروك احترقت كتبه فحدث من حفظه فاشتد غلطه."(٦)

چونکہ درج بالا روایت میں عبدالعزیز بن عمران متروک الحدیث ہے۔ اس لیے یہ روایت صحت کے معیار پر پورا نہیں اترتی۔

اگر اس روایت کی سند کو درست بھی تسلیم کر لیا جائے تو بھی یہ تدوینِ بعہدِ صدیقی کی روایت کے معارض نہیں ٹھہرتی۔ کیونکہ درج بالا روایت پر غور کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پہلی مرتبہ قرآن مجید مصحف میں جمع کیا تھا تو اس کا مطلب ہے کہ انہوں نے عہدِ صدیقی میں لکھے گئے مختلف صحف کو ایک مصحف میں کر دیا تھا۔ گویا کہ عہدِ صدیقی میں قرآن مجید کی تدوین صحف کی شکل میں ہوئی تھی جب کہ حضرت عثمانؓ نے ان صحف کو ایک مصحف میں اکٹھا کر دیا۔ اس لحاظ سے حضرت عثمانؓ کو اس بات کی اوّلیت حاصل ہوئی کہ انہوں نے سب پہلے قرآن ایک مصحف میں جمع کیا، جس کی توضیح درج ذیل روایت سے بھی ہو رہی ہے:

"عـن هشـام بـن عـروة عـن أبيـه: أن أبابكر أول من جمع القرآن فى
المصاحف حين قتل أصحاب اليمامة وعثمان الذى جمع المصاحف
على مصحف واحد."(۷)

اس طرح زیر بحث روایت تدوینِ قرآن کی روایت کے ہرگز مخالف ومتعارض نہیں ہے، بلکہ دونوں روایات اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اس کے علاوہ عہدِ عثمانی میں لکھے گئے مصحف کو اس بات میں بھی سبقت واوّلیت حاصل ہے کہ ان کے عہد میں پہلی مرتبہ مساجد میں تلاوت کے لیے مصاحف قرآنی رکھے گئے۔ ان منفرد خصوصیات کی بنا پر مصحفِ عثمانی کو زیر بحث روایت میں اوّلیت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے۔

مصحفِ حضرت علیؓ:

حضرت علیؓ سے متعلق ایسی روایات کتب میں نقل کی گئی ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے

پہلے حضرت علیؓ نے قرآن کریم مصحف کی صورت میں مدون کیا۔ابن ابی داؤدروایت نقل کرتے ہیں:

" حدثنا محمد بن اسماعيل، قال حد ثنا ابن فضيل عن أشعث عن محمد بن سيرين، قال لما توفى النبى ﷺ أقسم على ألا يرتدى برداء الا لجمعة حتى يجمع القرآن فى مصحف ففعل فارسل اليه ابو بكر بعد اياكم أكرهت أماريت يا أباالحسن قال: لا والله الا أنى أقسمت أن لا يرتدى برداء الا لجمعة فبايعه ثم رجع."(۸)

درج بالا روایت سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت علیؓ سب سے پہلے قرآن کو مصحف میں مدون کرنے والے ہیں۔مگر اہم بات یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی داؤد درج بالا روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"لم يذكر المصحف أحد الا أشعث وهولیّن الحديث، وانمارووا حتى أجمع القرآن يعنى أتم حفظه فانه يقال للذى يحفظ القرآن قد جمع القرآن."(۹)

عبداللہ بن ابی داؤد(م۔۳۱٦ھ/۹۲۸ء) لکھتے ہیں کہ اس روایت کے مختلف طرق وشواہد میں سے کسی میں بھی ''مصحف'' کا لفظ نہیں ہے۔مگر اشعث بن سوار واحد راوی ہیں جس نے اس روایت میں ''مصحف'' کا لفظ نقل کیا ہے۔چونکہ اشعث بن سوار ''لیّن الحدیث'' (حدیث اخذ کرنے میں سہل سے کام لیتے ہیں) راوی ہیں اس لیے ان کی یہ روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

اشعث بن سوار(م۔۳٦ھ/٦۵۷ء) کے بارے میں محدث ابن حبان لکھتے ہیں:

"وقال ابن حبان أشعث بن سوار فاحش الخطا كثير الوهم."(۱۰)

محدث محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م۔۷۴۸ھ/۱۳۴۸ء) لکھتے ہیں کہ محدث محمد بن شعیب نسائی (م۔۳۰۳ھ/۹۱٦ء) اور محدث علی بن عمر دارقُطنی (م۔۳۸۵ھ/۹۹٦ء) نے اس کو ضعیف کہا ہے اور یحیٰ بن سعید قطان(م۔۱۹۸ھ/۸۱۴ء) نے اسے متروک قرار دیا ہے:

"ضعفه النسائى،والدارَقُطنِى وتركه يحيى بن القطان."(۱۱)

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس روایت میں چونکہ انقطاع ہے جس کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے،اگر بفرضِ محال یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو اس کو اس بات پر محمول کیا جاتا کہ یہاں لفظ ''جمع'' سے مراد ''حفظ'' ہے کہ انہوں نے قرآن کریم حفظ کیا تھا:

"فاسناده ضعيف لانقطاعه وعلى تقدير أن يكون محفوظاً، فمراده بجمعه حفظه فى صدره."(۱۲)

مگر علامہ عبدالرحمٰن سیوطیؒ (م۔ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) فرماتے ہیں کہ "مصحفِ علی" والی روایت میں اگر چہ انقطاع ہے لیکن ایسی روایت بھی موجود ہے جس میں متروک راوی اشعث بن سوار نہیں ہے، اس روایت کو محمد بن ایوب بن ضریس (م۔ ۲۹۴ھ/۹۰۷ء) نے فضائل القرآن میں نقل کیا ہے۔ ابن ضریس کی نقل کردہ روایت کے الفاظ حسبِ ذیل ہے:

"عن عكرمة قال: لما كان بعدبيعة أبي بكر، قعد عليٌّ بن أبي طالب في بيته، فقيل لأبي بكر: قد كره بيعتك فأرسل اليه، فقال أكرهت بيعتي؟ قال: لا، والله، قال: ماأقعدك عني، قال: رأيت كتاب الله يزاد فيه، فحدثت نفسي أن لاألبس ردائي الّا لصلوة حتى أجمعه، قال له أبوبكر: فانك نعم مارأيت." (۱۳)

درج بالا روایت سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت علیؓ نے قرآن کریم لکھ کر جمع کیا اور مصحف میں سب سے پہلے مدون کیا تھا۔

اگر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ حضرت علیؓ نے تدوینِ صدیقی سے قبل اپنا مصحف مدون کرلیا تھا، تو پھر بھی تدوینِ صدیقی اور مصحفِ علیؓ کے درمیان تضاد نہیں پایا جاتا، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کریم کے صرف اسی حصہ کو مدون کیا تھا جو متواتر تھا، جن آیات کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی اور جو عرضہ اخیرہ کے مطابق تھا۔ اس کے برعکس مصحفِ علیؓ میں منسوخ التلاوۃ آیات بھی شامل تھیں۔ محمد بن سیرین (م۔ ۱۱۰ھ/ ۷۲۹ء) سے مروی ہے کہ مصحفِ علیؓ میں منسوخ التلاوۃ آیات بھی شامل تھیں جیسا کہ ابن اشتہ کی درج ذیل کی روایت اس بات پر دلالت کررہی ہے:

"عن ابن سيرين: أنه كتب في مصحفه الناسخ والمنسوخ." (۱۴)

دوسری بات مصحفِ علیؓ کے متعلق یہ ہے کہ وہ ایک انفرادی مصحف تھا، جب کہ مصحفِ صدیقی اجتماعی سطح پر خلافتِ اسلامیہ کے زیرِ نگرانی عامۃ المسلمین کے لیے تیار ہونے والا اپنی نوعیت کا پہلا صحیفہ تھا جو صحف کی شکل میں مدوّن ہوا۔

جب حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا تو انہوں نے باقی نسخے جو اس وقت متداول تھے بعض روایات کے مطابق الفاظ قرآن چھیل دیے گئے تھے اور بعض کے مطابق جلوادیے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"في رواية الأكثر أن يخرق بالخاء معجمة وهو أثبت." (۱۵)

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ "یخرق" کا معنی چھیل دینے اور الفاظ کو توڑ دینے کے ہیں۔ اگر جلانا مراد لیا جائے تو ابن حجر لکھتے ہیں کہ "یحرق" بالحاء مہملۃ کا لفظ بھی روایات میں نقل کیا گیا ہے۔ قاضی عیاض اس بات پر

مُصر ہیں کہ عہد عثمانی میں مصاحف پہلے پانی سے دھوئے گئے تھے پھر اُن کو جلا دیا گیا:

"جزم قاضی عیاض بأنهم غسلوها بالماء ثم أحرقوها مبالغة فی اذهابها."(۱۶)

اگر حضرت علیؓ کا جمع شدہ کوئی مصحف اس وقت تھا، تو وہ بھی یقیناً جلوا دیا ہوگا، اور پھر حضرت علیؓ خود فرمارہے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ جامع اوّل ہیں:

"عن علی رضی الله عنه قال: رحم الله أبابکر، هو أول مع جمع بین اللوحین."(۱۷)

جمع عثمانی کے متعلق بھی حضرت علیؓ کی صراحت موجود ہے۔اسی طرح اختلافی نسخوں کو ختم کرنے کی بات بھی عملِ عثمان غنیؓ سے مؤکد ہورہی ہے:

"لو ولّیت لعملت فی هذه المصاحف الذی عمله عثمان."(۱۸)

مصحفِ حضرت سالمؓ:

حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہؓ (م۔۱۲ھ/۶۳۵ء) کے متعلق یہ روایت ملتی ہے کہ وہ قرآن کے جامع اول ہیں۔علامہ عبدالرحمٰن سیوطیؒ (م۔۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) لکھتے ہیں:

"عن ابن بریدة، قال: أول من جمع القرآن فی مصحف سالم مولٰی أبی حذیفة أقسم لایرتدی برداء، حتی یجمعه فجمعه ثم ائتمروا مایسمونه، فقال بعضهم: سموء السفر قال ذلك تسمیة الیهود فکره، فقال: رأیت مثله بالحبشة یسمی المصحف فاجتمع رأیتهم علی أن یسموه المصحف."(۱۹)

مگر اس کے بعد علامہ عبدالرحمٰن سیوطیؒ نے تصریح کردی ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔اگر یہ روایت سند کے لحاظ سے منقطع نہ ہوتی تو اس کی تاویل اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے جمع کرنے والوں میں سے ایک تھے:

"اسناده منقطع، وهو محمول علٰی أنه کان أحد الجامعین بأمر أبی بکر."(۲۰)

مگر علامہ محمود بن عبداللہ آلوسی (م۔۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) کے بقول علامہ عبدالرحمٰن سیوطی یہ بات بھول گئے کہ حضرت سالمؓ تو جنگِ یمامہ میں شہید ہوگئے تھے جب کہ تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی جنگِ یمامہ کے بعد ہوئی ہے۔اس طرح حضرت سالمؓ عہدِ صدیقی میں قرآن مدوّن کرنے والی کمیٹی میں سے کیسے ہوسکتے ہیں۔ اسی لیے علامہ آلوسی نے علامہ سیوطی کی بات قبول نہیں کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"وھی عثرة لایقال لصاحبھاالعالأن سالماًھذا قتل فی واقعة الیمامة کما یدل علیه کلام الحافظ ابن حجر فی اصابته ونص علیه السیوطی نفسه فی اتقانه بعد ھذا المبحث بأوراق ولاشك أن الأمر بالجمع وقع من الصدیق بعد تلك الواقعة وھی التی کانت سبباً له کمایدل علیه حدیث البخاری."(۲۱)

مختصراً یہ کہ حضرت سالمؓ کے بارے میں جو روایت ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن مجید کو مصحف میں جمع کرنے والے ہیں محدثین کے اصولِ روایت پر پوری نہیں اترتی۔

مصحفِ حضرت اُبَی بن کعبؓ:

مصحفِ اُبَی بن کعبؓ کے بارے میں ابن ابی داؤد کتاب المصاحف میں نقل کرتے ہیں:

"عن اُبَی بن کعبؓ أنھم جمعواالقرآن من مصحف أبّی فکان رجال یکتبون یملی علیھم أبّی بن کعب، فلما انتھوا الی الآیة التی فی سورة براءة ﴿ثم انصرفوا صرف الله قلوبھم بأنھم قوم لایفقھون﴾ اثبتوا أن ھذه الآیة آخر ما أنزل الله تعالیٰ من القرآن،فقال أبّی بن کعب أن رسول الله ﷺ قد أقرأنی بعد ھذاآیتین ﴿لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ.... الٰی آخر السورة﴾،قال: فھذا آخر ما نزل من القرآن،قال:فختم الأخربما فتح الله به بلا اله الاالله بقول الله تعالی ﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾."(۲۲)

حضرت اُبَی بن کعبؓ (م۔۲۹ھ/۶۴۹ء) سے مروی یہ روایت بظاہر حسبِ ذیل باتوں سے معارض دکھائی دیتی ہے:

۱۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ وہ لوگوں کو املاء کروا رہے تھے جب کہ لوگوں کی ایک جماعت لکھ رہی تھی یہ بات اس روایت کے معارض ہے جس میں حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عمرؓ کا قرآن مجید مدون کرنے کا ذکر ہے۔

۲۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ سے مروی روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ اپنے مصحف سے لوگوں کو املاء کروا رہے تھے۔ جب کہ دوسری روایت میں ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن مجید کو رقاع،اکتاف،اور لخاف وغیرہ سے اکٹھا کیا۔

۳۔ حضرت اُبَی بن کعبؓ کو سورۃ توبہ کی آخری دو آیات کے بارے میں علم تھا جب کہ دوسری روایت

میں ہے کہ ان آیات کا حضرت حارث بن خزیمہ کو علم تھا۔

درج بالا روایات میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت زیدؓ نے تدوینِ قرآن سے پہلے ہر وہ چیز جمع کی جس میں قرآن کریم کی ایک سورۃ یا آیت بھی لکھی ہوئی تھی، جیسے عسب، لخاف وغیرہ۔اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اس جمع شدہ مواد میں حضرت اُبیؓ بن کعب کا مصحف بھی شامل ہو۔اس کے بعد جن حضرات سے قرآن کریم سے متعلقہ کوئی بھی چیز ملی ہو اس تحریری مواد کے مالک کو بلوا کر اس سے پڑھاتے ہوں کیونکہ وہی شخص اپنے لکھے ہوئے کو بخوبی پڑھ سکتا تھا اور راجح قول کے مطابق اس سے اس بات پر دو گواہ طلب کیے جاتے تھے کہ یہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں لکھا گیا تھا۔

حضرت اُبیٌ بن کعبؓ سے درج بالا روایت جہاں کتاب المصاحف میں موجود ہے تو وہاں مسندِ احمد بن حنبلؒ میں بھی موجود ہے:

"عن أبی بن کعب: <u>أنهم جمعوا القرآن فی مصاحف فی خلافة أبی بکر</u>، فکان رجال یکتبون ویملی علیهم أُبَیٌّ بن کعب فلما انتهوا الی هذه الآیة من سورة براءة ﴿ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ﴾ فظنوا أن هذا آخر ما أنزل من القرآن، فقال لهم أُبَیّ بن کعب: أن رسول الله ﷺ أقرأنی بعدها آیتین ﴿لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ ...﴾ ثم قال: هذا آخر ما أنزل من القرآن." (۲۳)

درج بالا روایت کا موازنہ عبداللہ بن اُبی داؤد (م۔۳۱۶ھ/۹۲۸ء) کی روایت سے کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ منتہائے سند سے دونوں کے رواۃ مشترک ہیں۔جبکہ دونوں کے متن روایت میں فرق پایا جاتا ہے۔مسندِ احمد بن حنبلؒ سے نقل کردہ روایت کے متن میں مصحف اُبی بن کعبؓ کا ذکر نہیں ہے۔دوسرا فرق دونوں میں یہ نمایاں ہے کہ کتاب المصاحف سے یہ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ واقعہ کب وقوع پذیر ہوا۔جبکہ مسند امام احمد بن حنبل سے اس بات کی وضاحت ہوگئی کہ یہ واقعہ "تدوین بعہد صدیقی" کے وقت پیش آیا گویا کہ مسند امام احمد بن حنبلؒ کی روایت کتاب المصاحف میں نقل کردہ روایت سے زیادہ واضح اور نمایاں ہے۔اسی طرح مسندِ احمد کی روایت کے الفاظ "فی مصاحف" میں "مصاحف" سے مراد "صحف" ہیں، جن میں قرآن کریم مدوّن کیا گیا تھا۔

اسی طرح ابن ابی داؤد نے یہی روایت دوسری جگہ دوسری سند کے ساتھ نقل کی ہے جس میں الفاظِ روایت "أنهم جمعوا القرآن من مصحف أُبَیّ" کی بجائے "<u>أنهم جمعوا القرآن فی مصحف فی خلافة أبی بکر</u>" ہیں۔(۲۴)

ابوشامہ نے بھی اس روایت کوابن ابی داؤد سے نقل کیا ہے،اس میں بھی ''أنهم جمعوا القرآن في مصحف في خلافة أبي بكر'' کے الفاظ ہیں۔(۲۵)

اسی طرح علامہ علم الدین ابوالحسن علی بن محمد سخاوی (م۔۶۴۳ھ/۱۲۴۵ء) نے بھی اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔اس روایت کے ذیل میں علامہ علم الدین سخاوی لکھتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت اُبی بن کعبؓ اُن تحریری نوشتوں کو تلاش کر رہے تھے جو ڈنٹھلوں، پتھر کی تختیوں وغیرہ پر نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں لکھے گئے تھے۔اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ وہ مفقود اور معدوم قرآن کو تلاش کر رہے تھے:

''وأقول:انّ أبياً انما كان يتتبع ما كتب بين يدى رسول الله ﷺ في اللخاف والأكتاب والعسب ، ونحو ذلك لا لأن القرآن العزيز كان معدوماً.''(۲۶)

کیا حضرت عمرؓ جامع قرآن تھے؟

بعض روایات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآن مجید کی تدوین نہیں کروائی بلکہ حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ کام کروایا تھا۔ابن ابی داؤد روایت کرتے ہیں:

''عن حسين أن عمر بن الخطاب سأل عن آية من كتاب الله فقيل كانت مع فلان، فقتل يوم اليمامة، فقال:انا لله، وأمر بالقرآن فجمع، وكان أول من جمعه في المصحف .''(۲۷)

درج بالا روایت میں آرتھر جیفری نے شاید غلطی سے حضرت عمرؓ سے روایت کرنے والے راوی ''حسن'' کو''حسین'' لکھ دیا ہے، جب کہ حافظ ابن حجرؒ، علامہ عبدالرحمٰن سیوطیؒ اور ابن کثیر(م۔۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء)نے ''حسن'' لکھا ہے۔ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

'' فأخرج من طريق الحسن أن عمر سأل عن آية......''(۲۸)

علامہ عبدالرحمٰن سیوطیؒ لکھتے ہیں:

''أخرج ابن ابی داؤد من طريق الحسن أن عمر......''(۲۹)

اس طرح حضرت عمرؓ سے ''حسین'' نہیں بلکہ ''حسن بصری'' روایت نقل کر رہے ہیں۔اس لحاظ سے اس روایت کی سند منقطع ہے کیونکہ ''حسن'' نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ابن حجرؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ منقطع ہے:

''هذا منقطع.''(۳۰)

اسی طرح علامہ سیوطیؒ بھی لکھتے ہیں:

"اسناده منقطع."(۳۱)

اگر اس کی اسناد میں انقطاع نہ ہوتا تو اس بات کو کہ "حضرت عمرؓ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کیا" اس پر محمول کیا جاتا کہ حضرت عمرؓ نے سب سے پہلے قرآن مدون کرنے کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مشورہ دیا۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

" فان كان محفوظاً حمل علٰى أن المراد بقوله (فكان أول من جمعه) أى أشار بجمعه فى خلافة أبى بكر فنسب الجمع اليه لذلك."(۳۲)

دوسری روایت ابن ابی داؤد اپنی کتاب "المصاحف" میں نقل کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قرآن اپنے عہد خلافت میں جمع کرنا شروع کیا اور پھر حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد اس کام کو حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں مکمل کیا:

"قال ابن أبى داؤد حدثنا أبو الطاهر، قال أخبرنا ابن وهب قال أخبرنى عمر بن طلحة الليثى، عن محمد بن عمروبن علقمة عن يحيى بن عبدالرحمن بن حاطب قال: أراد عمر بن الخطاب أن يجمع القرآن فقام فى الناس فقال: من كان تلقى من رسول الله ﷺ شيئاً من القرآن فليأتنا به، وكانوا كتبوا ذلك فى الصحف والألواح والعسب وكان لا يقبل من أحد شيأً حتى يشهد شهيدان فقتل وهويجمع ذلك اليه فقام عثمان بن عفان، فقال من كان عنده من كتاب الله شيء فليأ تنا به، وكان لايقبل من ذلك شيئاً حتى يشهد عليه شهيدان فجاء خزيمة بن ثابت، فقال انى قد رأيتكم تركتم آيتين لم تكتبوهما، قالوا: وما هما؟ قال تلقيت من رسول الله ﷺ ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ......﴾، قال عثمان فأنا أشهد أنهما من عندالله، فأين ترى أن نجعلهما؟ قال: أختم بها آخر مانزل من القرآن فختمت بها براءة". (۳۳)

یہی روایت کتاب المصاحف میں دوسری جگہ اس سند کے ساتھ ہے:

"حدثنا ابوالطاهر حدثنا ابن وهب قال أخبرنى عمر بن محمد بن طلحة الليثى عن محمد بن عمروبن علقمة عن يحيى بن عبدالرحمن بن حاطب قال: أراد عمر بن الخطابؓ أن يجمع القرآن فقام فى الناس فقال: من كان تلقى من رسول الله ﷺ شيأً من القرآن فليأتنا به و كانوا كتبوا ذلك فى

المصحف والألواح والعسب، وكان لا يقبل من أحد شيأً حتى يشهد شهيدان، فقتل ،وهويجمع ذلك، فقام عثمان بن عفانؓ ،فقال:مَن كان عنده من كتاب الله شيء فليأ تنا به وكان لايقبل من ذلك شيا حتى يشهد عليه شهيدان، فجاء خزيمة بن ثابت فقال:انى قد رأيتكم تركتم آيتين لم تكتبوها،قال:وما هما؟ قال:تلقيت من رسول الله ﷺ ﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ قال عثمان:وأنا أشهد أنهما من عندالله، فأين ترى أن نجعلها؟ قال:أختم بهما آخر مانزل من القرآن فختمت بهما براءة."(۳۴)

درج بالا ان دونوں روایتوں کا اگر بنظرِ عمیق جائزہ لیا جائے تو دونوں کی سندوں میں جوفرق نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ روایت نمبرایک میں راوی"عمر بن طلحة الليثى "ہے،اوردوسری روایت میں"عمر بن محمدبن طلحة الليثى" ہے جب کہ دوسری کتب سے "عمر بن طلحہ" کے نام کی توثیق ہوتی ہے۔

ابن ابی داؤد کی دوسری روایت میں آنے والے نام"عمر بن محمد بن طلحہ" میں غالباً کاتب،طابع یا ایڈیٹرآرتھر جیفری سے سہو ہوا ہے۔کیونکہ ایڈیٹر آرتھر جیفری نے صرف اس نسخہ کو ایڈیٹ کیا ہے جو مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ ہے،اس کتاب کے دیگر مخطوطات سے استفادہ نہیں کیا،جس کی وجہ سے اس نے"ابن محمد" کا اضافہ کردیا۔

ڈاکٹر محب الدین عبدالسجان نے جب ابن ابی داؤد کی کتاب المصاحف کو مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ مخطوطہ کے علاوہ دنیا میں موجود دیگر خطی نسخوں سے موازنہ کر کے دوبارہ ایڈٹ کیا،تو یہ غلطی واضح ہوگئی۔ اس طرح یہاں صرف"عمر بن طلحہ" کے الفاظ ہیں،ڈاکٹر محب الدین اس غلطی کو واضح کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ناسخ نے غلطی سے"ابن محمد" کا اضافہ کردیا تھا:

"زاد الناسخ (بن محمد) خطأ،اذ كتب (عمر بن محمد بن طلحة)، والصواب اسمه كما أثبته،وتوجد فوق كلمة (محمد) الشطب."(۳۵)

اسی طرح اگرابن ابی داؤد میں آنے والی دونوں روایتوں کے متون (Text) کا مقابلہ کیا جائے تو دوسری روایت میں آنے والے الفاظ"وكانوا كتبوا ذلك فى المصحف" میں لفظ"مصحف" کی میم کا اضافہ ہے، کتاب المصاحف کے مکتبہ ظاہریہ دمشق میں محفوظ مخطوطہ میں اگرچہ یہی الفاظ ہیں،مگر ڈاکٹر محب الدین کی تحقیق کے مطابق نسخہ شستر بیتی میں"صحف" کا لفظ ہے۔(۳۶)

ابن ابی داؤد کی پہلی روایت میں"اختم بها "اور"فختمت بها" کے الفاظ آئے ہیں،جبکہ دوسری روایت میں" اختم بهما" اور " فختمت بهما" کے الفاظ تثنیہ کے ساتھ آئے ہیں۔مزید روایات

سے تثنیہ کے ساتھ آنے والے الفاظ ہی درست قرار پاتے ہیں۔ ڈاکٹر محب الدین کی تحقیق کے مطابق نسخہ شستر بیتی میں دونوں جگہ تثنیہ کے الفاظ ہیں۔(۳۷)

اس روایت میں بھی انقطاع ہے کیونکہ یحیی بن عبدالرحمٰن تو عہدِ فاروقی میں پیدا ہی نہیں ہوئے تھے، ان کی پیدائش خلافتِ عثمانیہ میں ہوئی۔(۳۸)

درج بالا دونوں روایات سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں جمع قرآن کی ابتداء ہوئی اور اسی اہم کام کے دوران حضرت عمر فاروقؓ شہید ہو گئے۔ پھر اس کام کو حضرت عثمان غنیؓ نے مکمل کیا۔ چنانچہ یہ روایت ان روایات کے معارض ٹھہرتی ہے کہ جن میں عہدِ صدیقیؓ میں تدوین قرآن مجید کا ذکر ہے۔

درج بالا دونوں روایتوں میں آنے والے راوی ''عمر بن طلحة الليثی'' ہیں جن کو ابوزرعہ نے ''لیس بقوی'' کہا ہے(۳۹)۔ دوسرے راوی ''محمد بن عمرو بن علقمہ'' ہیں جن کو اگرچہ امام نسائی نے ثقہ کہا ہے مگر علامہ جوزجانی نے ''لیس بقوی'' لکھا ہے۔ محدث ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے کہ ''كان يخطی''۔(۴۰)

اس طرح یہ روایت اپنے مجروح رواۃ کی وجہ سے درجہِ صحت سے گر گئی ہے۔

کیا تدوینِ قرآن عہدِ صدیقی وفاروقی میں ہوئی؟

حسب ذیل روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تدوینِ قرآن عہدِ صدیقی میں شروع ہوئی اور عہدِ فاروقی میں ختم ہوئی۔ علامہ محمد بن جریر طبریؒ (م۔۳۱۰ھ/۹۲۳ء) روایت نقل کرتے ہیں:

" قال الطبری حدثنا أحمد بن عبدالعزيز بن محمد الدراوردی عن عمارة بن غزية عن ابن شهاب عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد قال: لماقتل أصحاب رسول الله ﷺ باليمامة تهافتوا تهافت الفراس فی النار وانی أخشى ألا يشهدوا موطناً الافعلوا ذلك، حتى يُقتلوا، وهم حملة القرآن، فيضيع القرآن وينسى، فلوجمعته وكتبته، فنفر منها ابوبكرؓ، وقال: أفعل مالم يفعل رسول الله ﷺ؟ فراجعا فی ذلك، ثم أرسل ابوبكرؓ الى زيد بن ثابتؓ، قال زيد: فدخلت عليه وعمر مُحْزَئِلٌّ فقال ابوبكرؓ: ان هذا قد دعانی الى أمر فأبيت عليه وأنت كاتب الوحی، فان تكن مع اتبعتكما وان تافقنی لاأصل، قال: فاقتصی أبو بكر قول عمر، وعمر سألت، فنفرت من ذلك، وقلت: نفعل مالم يفعل رسول الله ﷺ؟ الى أن قال عمر كلمة: وماعليكما لوفعلتما ذلك؟ قال: فذهبنا ننظر، فقلنا لاشیء والله، ماعلينا فی ذلك شیء، قال زيد: فأمرنی أبو

بكرؓ،فكتبته في قطع الأديم وكسر الأكتاف والعسب، فلما هلك أبوبكر، وكان عمرؓ كتب ذلك في صحيفة واحدة، فكانت عنده، فلما هلك كانت الصحيفة عن حفصة زوج النبي ﷺ.ثم ان حذيفة بن اليمان قدم من غزوة كان غزاها في فرج أرمينية فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان بن عفانؓ ، فقال يا أمير المؤمنين أدرك الناس، فقال عثمان وما ذاك؟ قال:غزوات فرج آرمينية فحضرها أهل العراق وأهل الشام فاذا أهل الشام يقرء ون بقراء ة أبّي بن كعب فيأتون بمالم يسمع أهل العراق فتكفرهم أهل العراق، واذا أهل العراق يقرء ون بقراء ة ابن مسعود، فيأتون بمالم يسمع أهل الشام فتكفرهم أهل الشام، قال زيد:فأمر عثمان بن عفانؓ أكتب لهم مصحفاً، وقال اني مدخل معك رجلاً لبيباً فصيحاً فما اجتمعتها عليه فاكتباه وما اختلفتما فيه فارفعاه الي، فجعل معه أبان بن سعيد بن العاص، قال:فلما بلغا ﴿إِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾، قال زيد:فقلت "التابوه"، وقال أبان بن سعيد:"التَّابُوْتُ"، فرفعنا ذلك الي عثمان، فكتب "التَّابُوْتُ"، فلما فرغت عرضته عرضة فلم أجد فيه هذه الآية ﴿من المؤ منين رجال صدقوا...... الي قوله، مابدلوا تبد يلا﴾، قال فاستعرضت المهاجرين أسألهم عنها فلم أجد ها عند أحد منهم،ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها فلم أجدها عند أحد منهم حتى وجد تها عند خزيمة بن ثابت فكتبتها، ثم عرضته عرضة أخرى فلم أجد فيه هاتين الآيتين ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ......﴾فاستعرضت المهاجرين فلم أجدها عند أحدمنهم،ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها، فلم أجد عند أحد منهم حتى وجدتها مع رجل آخر يدعى خزيمة أيضاً، فأثبتها في آخر براء ة، ولو تمت ثلاث آيات لجعلتها سورة على حدة، ثم عرضته عرضة أخرى فلم أجد فيه شيئاً ثم أرسل عثمان الٰی حفصة، يسألها أن تعطيه الصحيفة،وحلف لها ليردنها اليها فأعطته اياها، فعرض المصحف عليها، فلم يختلفا في شئ، فردها اليها، وطابت نفسه، وأمر الناس أن يكتبواالمصاحف، فلما ماتت حفصة، أرسل الٰی عبدالله بن عمر في الصحيفة بعزمه فأعطاهم اياها فغسلت غسلاً ،" قال الطبری بحدثنی یونس بن عبدالأعلى، قال حدثنا نعيم بن حماد، قال حدثنا عبدالعزيز بن محمد، عن عمارة بن غزية ، عن ابن شها ب عن خارجة بن زيد عن أبيه زيد بن ثابت بنحوه."(۴۱)

علامہ ابن جریر طبریؒ سے مروی درج بالا روایت کی سند اور متن کا ذیل میں تحقیقی جایزہ پیش کیا جاتا ہے، تاکہ حقیقت تک رسائی ہو سکے:

۱۔ درج بالا روایت جو ''خارجة بن زيد عن أبيه'' سے مروی ہے ''مدرج الأ سناد'' ہے، یعنی اس میں کئی روایات خلط ملط ہو گئی ہیں۔ کیونکہ تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی کی روایت محدث ابن شہاب زہریؒ (م۔۱۲۴ھ/۷۴۲ء)، عبید بن سباق اور پھر حضرت زیدؓ (م۔۴۵ھ/۶۶۶ء) کے سلسلہ سے آئی ہے۔ ''قصہ حذیفہ'' کی روایت محدث ابن شہاب زہریؒ اور حضرت انس بن مالکؓ (م۔۹۱ھ/۷۱۰ء) کے سلسلہ سے آئی ہے، جس کا تعلق جمع عثمانی سے ہے۔ دوسری روایت جو اس میں شامل ہے وہ تدوینِ صدیقی کے وقت سورۃ توبہ کی آخری دو آیات لکھی ہوئی نہ ملنے کے قصہ کے متعلق ہے۔ تیسری روایت سورۃ احزاب کی آیت نہ ملنے کے قصہ کے بارے میں ہے جو ''زهری عن خارجة بن زيد عن أبيه'' کی سند سے آئی ہے، اور لفظ ''التابوت'' کے لکھنے میں اختلاف کا ذکر محدث ابن شہاب زہری کے ذریعہ آیا ہے۔ عہدِ عثمانی میں صحفِ قرآنی جلانے والے قصہ کے متعلق روایت ''محمد بن مسلم ابن شہاب الزہری عن سالم بن عبداللہ بن عمرؓ'' کی سند سے ہے۔ اس طرح یہاں کئی روایات خلط ملط ہو گئی ہیں۔

۲۔ درج بالا روایت میں آنے والے الفاظ ''فكتبته فى قطع الأديم وكسر الأكتاف والعسب'' ان صحیح روایات کے مخالف ہیں جن میں عہدِ نبوی میں وحی الٰہی کو کتف، ادیم اور عسب وغیرہ پر لکھنے کا ذکر ہے۔ اور پھر عہدِ صدیقی میں حضرت زیدؓ کا قرآن کو عسب ولخاف، کتف وادیم وغیرہ سے اکٹھا کر کے صحف میں لکھنے والی صحیح روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں۔ اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ عہدِ صدیقی میں حضرت زید بن ثابتؓ نے قرآن کریم کتف، عسب وغیرہ پر لکھا۔

۳۔ یہ بات کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں قرآن مجید کو ایک صحیفہ میں اکٹھا کیا اس روایت پر گزشتہ صفحات میں بحث کی جا چکی ہے۔

۴۔ درج بالا روایت میں آنے والی یہ بات کہ ''عہدِ صدیقی میں حضرت زید بن ثابتؓ جبکہ عہدِ عثمانی میں ابان بن سعید بن عاص نے حضرت عثمانؓ کے حکم سے قرآن مجید کے نسخے لکھے، مگر اس بات میں کوئی صداقت نہیں ہے۔ دیگر روایات میں حضرت زیدؓ کے ساتھ سعید بن عاص کا ذکر تو ملتا ہے، مگر ابان کا ذکر درست نہیں، کیونکہ ابان بن سعید بن العاص تو شام میں جہاد کرتے ہوئے عہدِ

فاروقی میں شہید ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ''الاصابة فی تمییز الصحابة'' میں ابان بن سعید بن عاص کے ترجمہ میں وضاحت کی ہے (۴۲)۔

۵۔ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات کا تحریری صورت میں نہ ملنے کے قصہ کا تعلق عہدِ صدیقی سے ہے، اس کا تعلق عہدِ عثمانی سے درست نہیں کیونکہ صحیح روایات اس پر شاہد ہیں کہ یہ مسئلہ عہدِ صدیقی میں پیش آیا تھا۔

۶۔ درج بالا روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ عثمانی میں حضرت عثمانؓ کے مصحف لکھوانے کے بعد وہ مصحف منگوایا گیا جو حضرت حفصہؓ کے پاس تھا۔ جب کہ اس کے برعکس تمام صحیح روایات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت حفصہؓ سے پہلے مصحف منگوایا گیا۔ پھر مصحفِ حفصہؓ کو مدنظر رکھ کر باقی مصاحف لکھے گئے۔ اور یہی بات زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

۷۔ درج بالا روایت میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب حضرت حفصہؓ وفات پا گئیں تو ان کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت عبداللہؓ بن عمر سے مصحف لینے کے لیے بھیجا۔ جب کہ اس کے برعکس تمام روایات اس بات پر شاہد ہیں کہ حضرت حفصہؓ کی وفات خلافتِ حضرت معاویہؓ میں ہوئی۔ عز الدین علی بن محمد بن اثیر (م۔۶۳۰ھ/۱۲۳۳ء) لکھتے ہیں:

> "وتوفيت حفصه بنت عمر حين بايع الحسن بن علي معاوية وذلك فی جمادی الأولی سنة إحدی وأربعين، وقيل توفيت سنة خمس وأربعين". (۴۳)
>
> " قال أبو عبيد: قال ابن شهاب فحدثنی سالم بن عبدالله: أنه لما توفيت حفصة أرسل مروان الی عبدالله بن عمرؓ ساعة رجعوا من جنازة حفصة بعزيمة ليرسلنها، فأرسل بها عبدالله بن عمر الی مروان فمزقها مخافة أن يكون فی شیء من ذلك خلاف لما نسخ عثمان." (۴۴)

درج بالا روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مصحف طلب کرنے والے حضرت عثمانؓ نہیں تھے بلکہ مروان بن حکم تھے جو اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔

۸۔ علامہ ابن جریر طبریؒ کی درج بالا روایت کا اگر سنداً جائزہ لیا جائے تو اس میں عبدالعزیز بن محمد الدراوردی ایک ضعیف راوی ہے۔ ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس الرازی (م۔

۳۲۷ھ)ان کے بارے میں لکھتے ہیں:" قال أبو حاتم لايحتج به."(۴۵)۔

عبیداللہ بن عبدالکریم ابوزرعہ الرازی (م۔۲۶۴ھ/۸۷۸ء) لکھتے ہیں:" قال أبوزرعة: سیء الحفظ". (۴۶)

محدث احمد بن حنبل (م۔۲۴۱ھ/۸۵۵ء) فرماتے ہیں:"قال أحمد اذا حدث من حفظه جاء ببواطيل."(۴۷)۔

امام احمد بن شعیب نَسائی (م۔۳۰۳ھ/۹۱۵ء) ان کے متعلق فرماتے ہیں: "قال النَسائي: ليس بالقوی، وقال في موضع آخر: ليس به بأس."(۴۸)۔

ابوحاتم محمد بن حِبّان (م۔۳۵۴ھ/۹۶۵ء) لکھتے ہیں:"وكان يخطئ."(۴۹)

درج بالا علمائے جرح وتعدیل کے اقوال سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ عبدالعزیز بن محمد ایک ضعیف راوی ہے۔اس لحاظ سے علامہ ابن جریر طبریؒ کی درج بالا روایت میں ضعف پایا جاتا ہے۔

علامہ محمد بن جریر طبریؒ (م۔۳۱۰ھ/۹۲۳ء) کی درج بالا روایت کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد یہ بات واضح ہوئی کہ جہاں اس روایت کی سند میں ضعف پایا جاتا ہے وہاں اس روایت کے سند ومتن میں مختلف روایات خلط ملط ہوگئی ہیں، گویا کہ یہ روایت جہاں مدرج الاسناد ہے وہاں مدرج المتن بھی ہے۔اس کے علاوہ اس میں ایسی تاریخی غلطیاں پائی جاتی ہیں کہ جن کی وجہ سے یہ روایت قابلِ احتجاج نہیں ہوسکتی۔حافظ ابن حجر اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

" أغرب عمارة بن غزية عن الزهری فقال: عن خارجة بن زيد بن ثابت عن أبيه، وساق القصص الثالث بطولها: قصة زيد بن ثابت مع أبی بكر وعمر ثم قصة حذيفة مع عثمان أيضاً، ثم قصة فقد زيد بن ثابت الآية من سورة الأحزاب، أخرجه الطبری، وبيّن الخطيب فی "مدرج" أن ذلك وهم منه، وأنه أدرج بعض الأسانيد علٰى بعض."(۵۰)

کیا عہد صدیقی وفاروقی میں قرآن مجید کی تدوین نہیں ہوئی؟

بعض روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ وفات پاگئے اور قرآن جمع نہیں ہوا،اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ بھی وفات پاگئے اور قرآن مدون نہیں ہوا:

" أخرج ابن أشتة فی المصاحف بسند صحيح عن محمد بن سيرين قال: مات أبو بكر ولم يجمع القرآن، وقتل عمر ولم يجمع

القرآن."(۵۱)

درج بالا روایت کی سند کا اگر جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس روایت کی سند منقطع ہے، کیونکہ محمد بن سیرین (م۔۱۱۰ھ/۷۲۸ء) میں پیدا ہوئے، جب کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا عہدِ خلافت ان سے پہلے کا ہے۔اس لحاظ سے اس روایت میں انقطاع پایا جاتا ہے۔

اسی طرح درج بالا روایت کے متن کا پہلا حصہ کہ ''حضرت ابوبکرؓ وفات پا گئے اور قرآن جمع نہیں ہوا''، ابن سعد نے کچھ اس طرح نقل کیا ہے:

''عن محمد بن سيرين قال مات أبو بكر ولم يجمع القرآن.''(۵۲)

یہ روایت بھی اگرچہ ابن سیرین سے نقل کی گئی ہے، اس لیے اس میں انقطاع پایا جاتا ہے، مگر اس روایت کی توضیح وتشریح اس روایت سے ہو رہی ہے جو حافظ ذہبی نے محمد بن سیرین ہی سے نقل کی ہے، جس میں ''یجمع'' کی بجائے ''یختم'' کے الفاظ ہیں:

''قال حماد بن زيد :أخبرنا أيوب عن ابن سيرين ، قال:مات أبو بكر ولم يختم القرآن.''(۵۳)

یہ روایت بھی اگرچہ ابن سیرین کی وجہ سے منقطع ہے، مگر حافظ ذہبی کی روایت کی روشنی میں ابن اشتہ اور ابن سعد کی روایات کو دیکھا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ابن سیرین کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کریم کو جمع بین الدفتین مدون نہیں کروایا تھا، بلکہ ابن سیرین یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس حالت میں وفات پائی کہ وہ قرآن کریم ختم نہ کر سکے۔اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی حافظ یا قاری اس حالت میں وفات پا جائے کہ وہ قرآن کریم کو مرحلہ وار تلاوت کر کے ختم نہ کر سکے، تو اس حالت میں وفات پانے والے حافظ یا قاری کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ فلاں حافظ یا قاری اس حالت میں وفات پا گیا کہ وہ قرآن کریم ختم نہ کر سکا۔

چونکہ حضرت ابوبکرؓ حافظ تھے اس لیے بالکل یہی بات حافظ ذہبی کی نقل کردہ روایت سے معلوم ہو رہی ہے۔گویا کہ ابن سعد اور ابن اشتہ کی نقل کردہ روایات میں لفظ ''یجمع'' بمعنیٰ ''یختم'' آیا ہے، اور ''یختم'' کے یہاں معنیٰ ''قرآن کریم کو مرحلہ وار ختم کرنا'' کے سامنے آرہے ہیں۔

متنِ روایت کے دوسرے حصہ میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ اس حالت میں شہید ہوئے کہ انہوں نے قرآن مجید جمع نہیں کیا تھا۔یہ روایت اگرچہ منقطع ہے مگر یہی روایت حسن بصری سے بھی منقول ہے جس کو ابوعبید قاسم بن سلّام (م۔۲۲۴ھ) نے نقل کیا ہے:

''عن الحسن قال مات عمر بن الخطاب ولم يجمع القرآن ،قال: أموت

وأنا فی زیادة،أحب الیّ من أن أموت وأنا فی نقصان قال الأنصاری:
یعنی نسیان القرآن."(۵۴)

درج بالا روایت سے یہ ظاہر ہورہا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں وفات پائی کہ انہوں نے قرآن مجید جمع نہیں کیا تھا۔حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ کی روایات کا مضمون ایک جیسا ہے۔

درج بالا روایت جو حسن بصریؒ سے منقول ہے اس کا سنداً تحقیقی جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ روایت بھی منقطع ہے، کیونکہ حضرت حسن بصریؒ کی پیدائش (۲۳ھ/۶۴۴ء) میں ہوئی،اور حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت اسی برس تئیس (۲۳ھ) میں واقع ہوئی،اس لحاظ سے اس روایت میں بھی انقطاع ہے:

حضرتِ حسن بصریؒ سے مروی روایت کے دوسرے راوی اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے، جو"لین الحدیث" اور"متروك الحدیث"راوی ہے۔حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

" قال ابن حِبان:أشعث بن سوار فاحش الخطا،کثیر الوهم."(۵۵)

حافظ ذہبی اپنی کتاب میں محدث نسائی اور محدث دارقطنی کا قول نقل کرتے ہیں:

"ضعفه النسائی والدارقطنی،وتركه یحیی بن القطان."(۵۶)

ابوزرعہ نے اشعث بن سوار کو لین الحدیث کہا ہے:" قال أبوزرعة:لیّن."(۵۷)۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے:

"أشعث بن سوار الکندی،ضعیف."(۵۸)

گویا حسن بصریؒ سے مروی روایت جہاں منقطع ہے وہاں ضعیف بھی ہے،اس طرح یہ دونوں روایات قابلِ استدلال ہرگز نہیں ہوسکتیں۔

حضرت ابن عباسؓ اور روایتِ تدوینِ قرآن:

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی درج ذیل روایت سے بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن کریم مدوّن ہو چکا تھا:

"عن عبدالعزیز بن رفیع قال:دخلت أنا وشداد بن معقل علٰی ابن عباسؓ فقال له شداد بن معقل:أترك النبی ﷺ من شیءٍ؟ قال ما ترك الاّ مابین الدّفتین، قال ودخلنا علٰی محمد بن حنفیة، فسألناه، فقال: ماترك الاّ ما بین الدّفتَین."(۵۹)

"عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس گئے تو شداد بن معقل نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ کیا (نبی

کریم ﷺ پر جو قرآن نازل ہوا) اس میں سے کوئی ایسی چیز تو آپ ﷺ نے نہیں چھوڑی جو دو گتوں کے درمیان محفوظ نہ ہوئی ہو؟ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے سوائے اس کے جو دو گتوں (قرآن کریم) کے درمیان ہے کچھ نہیں چھوڑا۔"

اس روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ جو چیز اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے وہ صرف قرآن مجید تھا جو دفتین یعنی دو گتوں کے درمیان تھا۔

خود لفظ "دَفَّتَيْن" جو بظاہر تدوین پر دلالت کر رہا ہے گویا کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید کی تدوین عمل میں آ گئی تھی، لیکن یہ نتیجہ اخذ کرنے سے قبل اس بات کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ سائل شداد بن معقل نے یہ سوال عہدِ نبوی میں کیا تھا یا عہدِ نبوی کے بعد؟ یہ بات خود روایت سے واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ سائل کا سوال ترکہِ نبی ﷺ کے بارے میں تھا اور ترکہ کا تعلق بعد از وفات ہوتا ہے۔

اس لیے یہ سوال نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس وقت کیا گیا جب عہدِ صدیقی میں قرآن مجید مدون ہو چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سائل کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "نبی کریم ﷺ نے اِس قرآن مجید کے علاوہ جو آج ہمارے پاس دو گتوں کے درمیان موجود ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں اپنے ترکہ میں چھوڑا"۔

دوسرے سلسلہِ سند سے مروی اس روایت میں "بین الدفتین" کی جگہ "بین اللّوحین" کے الفاظ ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

"ووقع فی روایة الاسماعیلی 'بین اللوحین.'"(۶۰)

جبکہ "بَينَ الدَّفتَينَ" اور "بَينَ اللَّوحَين" کا مطلب ایک ہی ہے کہ قرآن کریم دو گتوں کے درمیان جمع کرنا۔

اس روایت میں "بین الدفّتین" یا "بین اللوحین" کے الفاظ حضرت علیؓ کے اس قول کی طرح ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ پر رحم فرمائے جنہوں نے قرآن کریم کو دو تختیوں یا دو گتوں کے درمیان جمع کیا:

"عن عليؓ، قال: رحم الله أبا بكر هو أوّل مَن جمع بين اللَّوحَين."(۶۱)

حضرت علیؓ سے مروی درج بالا روایت سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ "بین اللوحین" یا "بین الدفّتین" کے الفاظ عہدِ صدیقی میں ہونے والی تدوینِ قرآن کے متعلق ہیں، وگرنہ تدوینِ صدیقی سے قبل قرآن کریم جس صورت میں تھا، اس پر "بین الدفّتین" اور "بین اللَّوحین" کے الفاظ صادق نہیں آتے۔ اس

لیے زیر بحث روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ عہدِ نبوی میں قرآن کریم دوگتوں کے درمیان مدون ہو چکا تھا۔

زیر بحث روایت کی حقیقت دوسرے سلسلہِ سند سے بھی واضح ہورہی ہے جو اسماعیلی سے مروی ہے جس میں "ھذا المصحف" کے الفاظ اس بات پر دلالت کررہے ہیں کہ اس میں مشارالیہ مصحفِ صدیقی ہے:

"ووقع عند الاسماعيلی لم يدع الاّ ما فی هذا المصحف."(۶۲)

قرآن کریم کی کوئی ایسی سورۃ یا آیت نہیں جس کو عہدِ صدیقی میں تدوین کے وقت چھوڑ دیا گیا ہو، قرآن مجید اپنی کامل صورت میں اس مصحف میں موجود اور محفوظ ہے،ابن حجر اسماعیلی سے مروی درج بالا الفاظ کا مطلب کچھ اس طرح واضح کرتے ہیں:

"لم يدع من القرآن ما يتلٰی الاّ ماهو داخل المصحف الموجود متلو."(۶۳)

(تلاوت کیا جانے والا) قرآن مجید کا کوئی ایسا حصہ نہیں جو چھوڑ دیا گیا ہو بلکہ وہ سارا قرآن مجید مصحف میں موجود ہے۔

اسماعیلی کے سلسلہ سے مروی روایت میں درج بالا الفاظ سے یہ بات بھی واضح طور پر معلوم ہورہی ہے کہ زیرِ بحث روایت روافض اور شیعہ حضرات کے اس گروہ کی تردید میں ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے ایسی آیات کو قرآن کریم میں شامل نہیں کیا تھا، جو حضرت علیؓ کی امامت اور خلافت کے متعلق تھیں۔ چنانچہ روافض کے اعتراض کے جواب میں محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اپنی مکمل شکل میں موجودہ متداول مصحف میں محفوظ ہے۔

حافظ ابن حجر زیر بحث روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی روایت سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ نبی کریمﷺ نے قرآن کریم دوگتوں کے درمیان (بین الدفتین) جمع کرکے اپنے ترکہ میں چھوڑا تھا۔ بلکہ یہ روایت تو ان روافض کے ردّ میں ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ میں بہت سے حفاظ وقراء کی شہادت کے نتیجہ میں قرآن کریم کا ایک کثیر حصہ ضائع ہوگیا تھا۔

جبکہ روافض کے اس باطل دعویٰ کا مقصد یہ ثابت کرنا ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کی امامت اور خلافت کے اولین حق دار ہونے کے متعلق قرآن مجید میں آیات موجود تھیں، مگر صحابہ کرامؓ (حضرات ابوبکرؓ وعمرؓ) نے ان

آیات کو چھپالیا۔اسی لیے امام بخاریؒ روافض وشیعہ کے اس دعویٰ کے رد میں انہیں کے آئمہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور محمد بن حنفیہ سے مروی درج بالا روایت لےکرآئے ہیں، کہ اگر عہدِ صدیقی میں مدوّن شدہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی آیت یا سورۃ موجود ہوتی تو اس سے لوگوں کو ضرور آگاہ کیا جاتا۔اس لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو حضرت علیؓ کے چچازاد بھائی ہیں لوگوں کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرتے ہوئے اور دعویٰ روافض کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کریم کے علاوہ جو اُب دو گتوں کے درمیان محفوظ ہے، کچھ نہیں چھوڑا، یعنی قرآن کریم کا ایسا کوئی حصہ یا آیت نہیں جو ضائع ہوگئی ہو یا اس کو چھپالیا گیا ہو۔ابن حجر لکھتے ہیں:

"وليس المراد أنه رسول الله ﷺ ترك القرآن مجموعا بين الدفتين لأن ذلك بخلاف ماتقدم من جمع أبي بكر ثم عثمان،وهذه الترجمة للرد على من زعم أن كثير من القرآن ذهب لذهاب حملته وهو شيءٌ اختلقه الروافض لتصحيح دعواهم أن التنصيص على امامة على واستحقاقه الخلافة عند موت النبي ﷺ كان ثابتاً في القرآن وأن الصحابة كتموه . وهي دعوى باطلة...... وقد تلطف المصنف في الاستدلال على الرافضة بما أخرجه عن أحد أئمتهم الذين يدعون امامته وهو محمد بن الحنفية وهو ابن على ابن أبي طالب، فلو كان هناك شئ ما يتعلق بابيه لكن هو أحق الناس بالاطلاع عليه و كذلك ابن عباسؓ فانه ابن عم علي وأشد الناس له لزوما واطلاعا على حاله." (۶۴)

درج بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ زیر بحث روایت کسی طرح بھی تدوینِ صدیقی اور جمع عثمانی سے متعارض نہیں ہے۔

جنگِ یمامہ اور قرآن کا ضیاع:

درج ذیل روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ قرآن کا ایک کثیر حصہ جنگِ یمامہ میں ضایع ہوگیا تھا:

"حدثنا أبو الربيع قال أخبرنا ابن وهب قال: أخبرني يونس عن ابن شهاب، قال بلغنا أنه كان أنزل قرآن كثيرٌ، فقتل علماؤه يوم اليمامة الذين كانوا قد وعوه، فلم يعلم بعدهم ولم يكتب، فلما جمع أبو بكرو عمر وعثمان القرآن ولم يوجد مع أحد بعدهم." (۶۵)

"ابن شہاب زہری سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ایک

کثیر قرآن نازل ہوا تھا، پس اسکے حفاظ جنگ یمامہ کے موقع پر شہید ہو گئے، ان حفاظ کی شہادت کے بعد اس قرآن کو کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی وہ لکھا گیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ نے جمع کرنا چاہا تو ان حفاظ شہداء کے بعد کسی کے پاس قرآن نہ پایا۔"

محدثین کے اصولِ روایت کی روشنی میں یہ روایت قابلِ حجت نہیں، اس لیے کہ یہ مقطوع (جس کی سند تابعی تک ہو اور تابعی سے آگے کے راویوں کا ذکر نہ ہو، یعنی جس روایت کی سند مکمل نہ ہو) روایت ہے۔ اس کا سلسلۂ سند ابن شہاب زہری تک موقوف ہے اور اس سے آگے کے راوی مفقود ہیں۔ جبکہ ابن شہاب زہری پچاس ہجری میں پیدا ہوئے، لہٰذا وہ بھی جنگِ یمامہ کے موقع پر موجود نہ تھے، اور نہ ہی وہ یہ روایت کسی صحابی سے براہِ راست ذکر کر رہے ہیں۔ اس لیے یہ روایت قابلِ اعتناء نہیں۔

اگر اس روایت کے متن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے تو اس میں بھی سقم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس روایت میں حفاظ کی شہادت کے ساتھ کسی ایک آیت یا سورۃ کا نہیں بلکہ پورے کا پورا قرآن کریم ضایع ہو جانے کا ذکر ہے۔ جو ایک محال بات ہے، اور یہ کیسے ممکن ہے کہ قرآن کریم جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے اور جو رہتی دنیا تک تمام انسانیت کا دستور العمل ہو، اس کی حفاظت کے عام اسباب نابود ہو جائیں اور یہ سارے کا سارا ضائع ہو جائے۔

ابن ابی داؤد اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن شہاب زہری سے مروی اس روایت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ اس خدشہ کے پیش نظر کہ اگر اسی طرح حفاظ وقراء مختلف مقاماتِ جنگ پر شہید ہوتے رہے تو ان کے ساتھ قرآن کریم بھی ضایع ہو جائے گا، اور ان کے بعد کسی کے پاس حقیقی قرآن باقی نہیں ہوگا۔ اس خدشہ کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں قرآن کریم کو صحف میں مدوّن کر دیا گیا:

"وذلك فيما بلغنا حملهم على أن يتبعوا القرآن فجمعوه في الصحف في خلافة أبي بكر خشية أن يقتل رجال من المسلمين في المواطن معهم كثير من القرآن فيذهبوا بما معهم من القرآن ولا يوجد عند أحد بعدهم."(٢٦)

یہ روایت اپنی سند میں سقم کے باعث قابل حجت نہیں بصورت دیگر اس کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ حضرت عمرؓ کے بقول اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کے ضائع ہو جانے کا خدشہ ہے۔ اسی اندیشہ کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم جمع کیا گیا۔

خود ابن شہاب زہریؒ سے یہی روایت اپنی کامل سند کے ساتھ کتاب المصاحف، جامع صحیح بخاری

اور جامع ترمذی وغیرہ میں موجود ہے، جو زیادہ واضح ہے اور جن کو گزشتہ صفحات میں نقل کر دیا گیا ہے۔اس طرح محدث زہریؒ کی اس موقوف روایت کو مرفوع روایت پر کسی طرح ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے۔

"اسطوانۃ المصحف" کی حقیقت:

نبی کریمﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی تو فوراً کسی کاتبِ وحی کو بلا کر اپنی موجودگی میں لکھوا دیتے تھے، اور پھر اس تحریر شدہ آیت یا سورۃ کو کاتبِ وحی سے سنتے۔اس دوران اگر اس میں کوئی تحریری سقم رہ گیا ہوتا تو اس کو رفع فرمادیتے۔اس طریقے سے سارا قرآن مجید عہدِ نبوی میں لکھا گیا تھا۔

عہدِ نبوی میں قرآن مجید اپنی متفرق شکل میں کسی ایک جگہ محفوظ تھا یا نہیں؟ بعض روایات سے بادی النظر میں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مسجد نبوی میں ایک اسطوان (ستون) کے پاس ایسا صندوق رکھا گیا تھا جس میں مصحفِ قرآن مدون صورت میں محفوظ تھا، اور یہ ستون صحابہ کرامؓ کے درمیان 'اسطوانۃ المصحف'' کے نام سے معروف ومشہور تھا۔یہ بات جن روایات سے ظاہر ہوتی ہے حسبِ ذیل ہیں:

۱۔"حدثنا المكي بن ابراهيم قال حدثنا يزيد بن أبي عبيد قال: كنت آتي مع سلمة بن الأكوَع فيصلي عند الأسطوانة التي عند المصحف فقلت: ياأبامسلم! أراك تتحرى الصلوه عند هذه الأسطوانة قال: فاني رأيت النبي ﷺ يتحرى الصلوة عندها."(٦٧)

''یزید بن ابی عبید روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت سلمہ بن اکوع کے ہمراہ (مسجدِ نبوی) میں آیا کرتا تھا، وہ اس ستون کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے جو مصحف کے قریب تھا۔میں نے کہا: اے ابومسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرتے ہو۔انہوں نے جواب دیا کہ میں اس لیے یہ کوشش کرتا ہوں کہ میں نے نبی کریمﷺ کو اس کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش فرماتے دیکھا ہے۔''

دوسری روایت حضرت سلمہؓ بن الاکوع ہی سے صحیح مسلم میں روایت کی گئی ہے:

۲۔ "حدثنا اسحاق بن ابراهيم ومحمد بن المثنى...... عن سلمة بن الاكوع: أنه كان يتحرى موضع مكان المصحف ليسبح فيه وذكران رسول الله ﷺ كان يتحرى ذلك المكان وكان بين المنبر والقبلة قدر مَمَرّ الشاة."(٦٨)

۳۔ "حدثنا عبدالله حدثني أبي حدثنا حماد بن مسعدة عن يزيد عن سلمة أنه كان يتحرى موضع المصحف وذكران رسول اللهﷺ

یتحری ذلك المكان و كان بين المنبر و القبلة قدر مَمَرّ الشاة.‘‘(۶۹)

درج بالا روایات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اساطین مسجد نبوی میں سے ایک ستون کا نام ’’اسطوانة المصحف‘‘ تھا، یعنی ایسا ستون تھا کہ جس کے پاس مصحف رکھا گیا تھا۔ اس ستون کی یہ خصوصیت تھی کہ نبی کریم ﷺ اس کے پاس سنن رواتب پڑھا کرتے تھے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کے الفاظ ’’لیسبح فیه‘‘ سے واضح ہو رہا ہے(۷۰)، اور اس ستون کے پاس رکھا گیا صندوق سُترہ کے طور پر بھی استعمال ہوتا تھا۔

درج بالا روایت سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ عہد نبوی ہی میں مصحف یعنی قرآن مجید اس صندوق میں رکھا گیا تھا جو ستون مسجد نبویؐ کے پاس رکھا گیا تھا، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ مصحف عہدِ نبوی میں نہیں بلکہ عہدِ عثمانی میں صندوق میں رکھا گیا تھا۔ علامہ کرمانیؒ اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ یہ مصحف عہدِ عثمانی میں رکھا گیا تھا۔ جب حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے جس میں حضرت زیدؓ بھی شامل تھے، مصحفِ صدیقی سے نقول تیار کروا کر قرآن مجید کے متعدد نسخے مختلف علاقوں اور صوبوں میں بھیجے تھے تو اس وقت ان میں سے ایک نسخہ مسجدِ نبوی میں بھی رکھا گیا تھا۔ عہد عثمانی میں لکھے گئے ان مصاحف کو ’’مصحف امام‘‘ بھی کہا جاتا تھا۔ عمر بن شَبّہ (م۔۲۶۲ھ/۸۷۶ء) لکھتے ہیں:

’’عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة قال: ان أول من جمع القرآن فی مصحف و كتبه عثمان بن عفان، ثم وضعه فی المسجد فأمر به يقرأ كل غداة.‘‘(۷۱)

اور علامہ نورالدین سمہودی (م۔۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) مشہور سیاح ابوالحسین محمد بن احمد بن جبیر (م۔۶۱۴ھ/۱۲۱۷ء) کے سفرنامے کے حوالے سے لکھتے ہیں:

’’نعم ذكر ابن جبير فی رحلته ماحاصله أن أمام مقام النبی صندوقاً، وأن بين المقام وبين الحجرة (أی بجانب المقام من جهة المشرف) محملٌ كبيرٌ عليه مصحف كبير فی غشاء مقفل عليه هو أحد المصاحف الأربعة التی وجه بها عثمان بن عفان الی البلاد.‘‘(۷۲)

حضرت عثمانؓ نے مسجد نبوی میں یہ مصحفِ قرآن رکھوایا تھا۔ علامہ محمد بن یوسف کرمانی (م۔۷۹۶ھ/۱۳۸۴ء) شارح صحیح بخاری لکھتے ہیں:

’’وكان فی مسجد رسول الله ﷺ موضع خاص للمصحف الذی كان ثمة فی عهد عثمان.‘‘(۷۳)

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی (م۔۸۵۵ھ/۱۴۵۳ء) لکھتے ہیں:

’’قوله التی عند المصحف هذا يدل على أنه كان فی مسجد رسول الله

موضع خاص للمصحف الذی کان ثمة من عهد عثمان."(۷۴)

شارح بخاری علامہ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی (م۔۹۲۳ھ/۱۵۱۸ء) بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"(التی عند المصحف) أی الذی کان فی المسجد من عهد عثمان بن عفان."(۷۵)

اسی طرح فواد عبدالباقی صحیح مسلم کے حاشیہ میں ''اسطوانۃ المصحف'' کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"(مکان المصحف) هو المکان الذی وضع فیه صندوق المصحف فی المسجد النبوی وذاك المصحف هو الذی سمی اماماً من عهد عثمان."(۷٦)

علامہ شیخ محمد الخضر الشنقیطی (م۔۱۳۵۴ھ/۱۹۳٦ء) بھی اپنی تحقیقی رائے یوں بیان کرتے ہیں کہ حدیث کے یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں عہد عثمانی سے مصحف کے لیے یہ خاص مقام باقاعدہ طور پر متعین کردیا:

"(قوله التی عند المصحف) فیه دلالة علی أنه کان للمصحف موضع خاص به من عهد عثمان."(۷۷)

اور علامہ انور شاہ کشمیری (م۔۱۹۳۳ء) کی بھی اس بارے میں یہی رائے ہے:

"(التی عند المصحف)...... أن الراوی یعلمها بأمارت حدثت فی زمن عثمان لا أنها کانت فی زمن النبی."(۷۸)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عہدِ نبوی میں کوئی ایسا صندوق مسجدِ نبوی میں نہیں رکھا گیا تھا کہ جس میں مصحفِ قرآن رکھا گیا تھا۔ جیسا کہ محدثین عظام کے درج بالا اقوال سے واضح ہورہا ہے۔

اس طرح راجح بات بھی یہی ٹھہرتی ہے کہ مسجد نبوی میں یہ صندوق عہدِ عثمانی میں رکھوایا گیا تھا جس میں قرآن مجید رکھا گیا تھا۔

خلاصہ بحث:

''جمع قرآن'' کے مختلف مفاہیم کا جائزہ:

گزشتہ اوراق میں پیش کردہ تمام روایات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ لینے کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ فعل 'یجمع' عربی لغت میں کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ ذیل میں ان سب معانی کو اکٹھا کیا جاتا ہے تاکہ جمع قرآن سے متعلق کسی بھی روایت کا فہم حاصل کرنا سہل ہوسکے:

۱۔ جمع بمعنی حفظ کرنا۔ "یجمع" بمعنی "یحفظ"

۲۔ جمع بمعنی پڑھنا۔ "یجمع" بمعنی "یقرأ"

۳۔ جمع بمعنی قرآن کریم کو ختم کرنا۔ "یجمع" بمعنی "یختم"

درج بالا معانی کے علاوہ حافظ ابن حجر نے علامہ ابوبکر باقلانی کے حوالے سے آٹھ معانی لکھے ہیں:

۱۔ "لم یجمع" یعنی اس کا کوئی مفہوم نہیں ہے، یعنی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے علاوہ کسی اور نے جمع نہ کیا ہو: "لم یجمع" أی أنه لامفهوم له، فلا یلزم أن لایکون غیرهم جمعه.

۲۔ جمع کے ایک معنی یہ ہیں کہ اس نے قرآن کریم کو حفظ تو کیا ہے مگر قرآن کریم کو اس کی تمام وجوہ و قراءات کے ساتھ حفظ نہیں کیا۔ "لم یجمع" أی لم یجمعه علی جمیع الوجوه والقراء ات التی نزل بها

الا أولئك.

۳۔ "لم یجمع" کے ایک معنی یہ ہیں کہ قرآن کریم میں سے نزول کے بعد جو منسوخ ہو جائے "لم یجمع" أی مانسخ منه بعد تلاوته ومالم ینسخ الا أولئك.

۴۔ جمع سے مراد براہِ راست نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم سیکھنا ہے: المراد "بجمعه" تلقیه من فی رسول الله ﷺ لابواسطة.

۵۔ وہ لوگ جو قرآن کریم کو حفظ کرنے اور دوسروں کو قرآن کریم سکھانے کے لیے مشہور تھے: تصدوا لالقائه وتعلیمه فاشتهروا به.

۶۔ جمع بمعنی کتابت: المراد بالجمع "الکتابة".

۷۔ جمع کے ایک معنی عہد نبوی میں قرآن کریم کے مکمل حفظ کرنے کے ہیں: "جمعه" بمعنی أکمل حفظه فی عهد رسول الله ﷺ الا أولئك.

۸۔ جمع سے اطاعت و فرمانبرداری بھی مراد ہے، جس پر درج ذیل روایت کے الفاظ دلالت کررہے ہیں: المراد "بجمعه" السمع والطاعة له والعمل بموجبه:

"وقد أخرج أحمد فی الزهد من طریق أبی الزاهریه: أن رجلا أتی أبا الدرداء فقال: اللهم غفراً انما جمع القرآن من سمع له وأطاع." (۷۹)

روایات سے متعلق گزشتہ ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "جمع" کہ درجہ بالا تمام معانی کو پیش نظر رکھ کر اگر جمع وتدوین قرآن سے متعلق روایات کا مطالعہ کیا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ اکثر روایات لفظ

''جمع'' کے مختلف معانی کے اعتبار سے اپنی اپنی جگہ پر صحیح بیٹھتی ہیں، اور وہ روایات تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے متعلق روایات سے متعارض ومتخالف نہیں ہوسکتیں۔

تدوینِ قرآن پر مستشرقین کے اشکالات کا جائزہ

۱۔ مستشرقین کا کہنا ہے کہ عہدِ صدیقی میں وقوع پذیر ہونے والی جنگِ یمامہ کو تدوینِ قرآن کا سبب قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ جنگ یمامہ میں صرف دو قراء شہید ہوئے۔

''تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی'' پر درج بالا اشکال کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ تو یہ بات کسی بھی معتبر روایت سے معلوم نہیں ہوتی کہ جنگِ یمامہ میں صرف دو قراء شہید ہوئے۔ اس کے برعکس حافظ ابن کثیرؒ یہ معتبر روایت نقل کرتے ہیں کہ جنگِ یمامہ میں شہید ہونے والے قراء کرام کی تعداد کم وبیش پانچ سو تھی:

''قتل من القراء یومئذٍ قریب من خمسمائة.''(۸۰)

اسی طرح تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے متعلق آنے والی صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ پر اگر غور کیا جائے تو اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قراء کی ایک کثیر تعداد جنگِ یمامہ میں شہید ہوئی تھی:

''ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القرآن .''(۸۱)

یعنی ''جنگ یمامہ کے دن قرآن کے قراء کے قتل سے لہو کا بازار گرم ہوگیا۔''

یہ بات تو واضح ہے کہ لہو کا بازار ایک یا دو قراء کی شہادت سے گرم نہیں ہوسکتا، بلکہ قتل کی ایک کثیر تعداد پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے مستشرقین کا درج بالا اشکال بلا دلیل ہے۔

۲۔　آرتھر جیفری (م۔۱۹۵۹ء) کا کہنا ہے کہ جنگ یمامہ کے بعد حضرت عمرؓ کو قرآن مجید کے ضائع ہونے کا خوف اس بات پر شاہد ہے کہ عہد نبوی میں قرآن مجید جمع یعنی لکھا نہیں گیا تھا۔ اسی طرح یہ بات حضرت ابوبکرؓ کے قول کہ ''کیف تفعل مالم یفعله رسول الله ﷺ'' اور حضرت زیدؓ بن ثابت کی بات کہ ''کیف تفعلون شیئاً لم یفعله رسول الله ﷺ'' سے بھی واضح ہو رہی ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید جمع یعنی لکھا نہیں گیا تھا۔

حضرت عمرؓ کے خوف کا سبب یہ نہیں تھا کہ چونکہ عہدِ نبویؐ میں قرآن مجید کی کتابت نہیں ہوئی اس لیے قرآن مجید ضائع ہوجانے کا خدشہ تھا۔ عہدِ نبوی میں کتابتِ قرآن مجید پر بے شمار احادیث اور روایات شاہد ہیں جن کو گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے۔ جن سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید کی کتابت تو ہوئی تھی مگر وہ منتشر اور متفرق اشیا پر تھی، اور حضرت عمرؓ کے خوف کا سبب یہ تھا کہ اگر اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو خدشہ ہے کہ کہیں شہداء کے ساتھ قرآن مجید کے تحریر شدہ منتشر حصے بھی ضائع نہ ہوجائیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت کا یہ فرمانا کہ وہ کام کیسے کیا جائے جس کو نبی کریم ﷺ نے نہیں کیا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ قرآن مجید کی تدوین ہو جائے تا کہ وہ محفوظ ہو جائے۔ جب کہ عہد نبوی میں قرآن مجید مدوّن صورت میں نہ تھا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ چونکہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید کی تدوین نہیں ہوئی تھی اس لیے ایسا کام ہرگز نہیں کیا جا سکتا۔مگر بعد میں دونوں جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت کا شرح صدر ہو گیا اور انہوں نے حضرت عمرؓ کی بات تسلیم کر لی۔

اسی طرح یہ بات کہ عہدِ نبوی میں قرآن تحریری صورت میں موجود نہ تھا،حضرت زیدؓ بن ثابت کے درج ذیل قول سے بھی واضح ہو رہی ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید تحریری صورت میں موجود تھا:

"فتتبعت القرآن أجمعه من العسب واللخاف ."

حضرت زیدؓ بن ثابت کے درج بالا الفاظ صحیح بخاری کی اسی روایت میں ہیں جس میں "کیف تفعلون شیأ لم یفعله رسول الله ﷺ" کے الفاظ ہیں۔اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حضرت زیدؓ بن ثابت کے قول "کیف تفعلون شیئاً" سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ ان کے نزدیک عہدِ نبوی میں قرآن مجید لکھا نہیں گیا تھا، بلکہ مراد یہ ہے کہ عہدِ نبوی میں قرآن مجید کی تدوین نہیں ہوئی تھی۔

۳۔ مستشرق آرتھر جیفری (م۔۱۹۵۹ء) کا کہنا ہے کہ عہدِ نبوی میں تو قرآن مجید کی کتابت ہوئی ہی نہیں کیونکہ روایت "قبض النبی ﷺ ولم تجمع القرآن" کے مطابق کہ نبی کریم ﷺ وفات پا گئے اور قرآن مجید کہیں بھی اور کسی بھی چیز پر لکھا نہیں تھا۔مستشرق آرتھر جیفری لکھتے ہیں:

> "قیل ان النبی ﷺ کان کل مانزلت علیه آیات أمر بکتابتها وکان یعرض علی جبریل مرة فی کل سنة ماکتب من الوحی فی تلك السنة وعرضه علیه مرتین سنة موته،وهکذا جمع القرآن کله فی حیاة النبی ﷺ فی صحف وأوراق، وکان مرتباً کما هو الآن فی سوره وآیاته الا ٓأنه کان فی صحف لافی مصحف، وهذا الرأی لایقبله المستشرقون لأنه یخالف ماجاء فی أحادیث أخری أنه "قبض النبی ﷺ ولم یجمع القرآن فی شیئ."(۸۲)

فاضل مستشرق آرتھر جیفری اور دیگر مستشرقین عبدالکریم الدیرعاقولی کی نامکمل روایت ''قبض النبیﷺ ولم یجمع القرآن فی شئی '' کے درمیان تعارض اس لیے نظر آیا کہ فاضل مستشرق نے الدیر عاقولی کی نامکمل روایت کو مکمل سمجھ کر اس سے غلط مفہوم اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔گویا کہ آرتھر جیفری بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہوئے جس میں علامہ تمنا عمادی اور دیگر محققین ہوئے۔اس پر سیر حاصل بحث گزشتہ صفحات میں کی جاچکی ہے۔

۴۔ یہ بات کہ تدوینِ قرآن کا کام عہدِ صدیقی میں شروع ہوا اور عہدِ فاروقی میں اختتام پذیر ہوا۔اس دعوی کے ثبوت میں جو روایات پیش کی گئی ہیں گزشتہ اوراق میں ان کا جائزہ لیا جاچکا ہے اور عہدِ فاروقی میں جمعِ قرآن سے متعلقہ روایات کا ضعف بیان کر دیا گیا ہے۔

یہ بھی عجیب اعتراض ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد سے اختتامِ خلافتِ صدیقی تک کا عرصہ تدوینِ قرآن کے لیے کم ہے۔حالانکہ ربیع الأوّل بارہ ہجری سے جمادی الثانی تیرہ ہجری تک کم وبیش پندرہ ماہ کا عرصہ بنتا ہے۔علامہ طاہر کردی لکھتے ہیں:

> ”فابو بکر هو أول من جمع القرآن......، وكان ذلك بعد وقعة اليمامة التي كان انتهاؤها سنة اثنتي عشرة للهجرة. فجمعه للقرآن كان في سنة واحدة تقريباً لأنه وقع بين غزوة اليمامة وبين وفاته، التي كانت في جمادى الثانية سنة ثلاثة عشرة.“(۸۳)

۵۔ حضرت ابوبکرؓ کا یہ فرمانا کہ ''جس کام کو نبی کریمﷺ نے نہیں کیا اس کو میں کیسے کرسکتا ہوں''،اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا کام تھا جو رسول اللہﷺ نے نہ کیا جس کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابت کو کرتے ہوئے تردّد کر رہے تھے، کیونکہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپﷺ اسے فوراً لکھوا کر ہدایت کردیتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھ لی جائے۔

یہ تو درست ہے آپﷺ نازل شدہ آیات کے بارے میں کاتبانِ وحی کو ان کا محل اور مقام بتادیا کرتے تھے۔لیکن یہ تمام آیات متفرق جگہ لکھی ہوئی تھیں۔چونکہ نبی کریمﷺ پر وحی کا نزول تواتر سے ہو رہا تھا اس لیے آپ نے اپنی زندگی میں حکمتاً اسے ایک جگہ جمع نہ کروایا۔آپ کی وفات کے بعد جب وحی کا نزول بند ہوگیا اور کتاب اللہ مکمل ہوگئی تو اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ جو کام نبی کریمﷺ اپنی زندگی میں انجام نہ دے سکے اسے ضائع ہونے اور تحریف وتبدیلی کے خدشہ کے پیشِ نظر فی الفور مکمل کرلیا جائے۔

لیکن نبی کریم ﷺ کا قرآن مجید کو مصحف میں جمع نہ کرانا بھی مبنی بر مصلحت تھا۔ کیونکہ بعض آیات کا منسوخ ہونے کا احتمال تھا۔ جس پر بحث کی جا چکی ہے۔

خلاصہِ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید عہدِ نبوی میں مصحف کی شکل میں نہ تھا بلکہ مختلف اشیا پر مرقوم تھا۔ چونکہ نبی کریم ﷺ نے قرآن مجید کو صحف کی شکل میں لانے کا کوئی اہتمام نہیں کروایا۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ چونکہ نبی کریم ﷺ قرآن مجید کو مصحف کی شکل میں نہیں لائے، اس لیے مدون نہیں کیا جا سکتا ۔مگر جب ان کو شرح صدر ہو گیا تو وہ قرآن کو مدون شکل میں لانے پر آمادہ ہو گئے۔

۶۔ کارل بروکلمان کے اشکال کا جواب بھی گزشتہ بحث سے سامنے آچکا ہے۔

۷۔ بعض مستشرقین کی طرف سے حضرت زیدؓ بن ثابت کے انتخاب پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ تدوینِ قرآن کے وقت اکابر صحابہ کرام کو نظر انداز کر دیا گیا اور نوجوان لڑکے کی خدمات لی گئیں۔

بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ جو نبی کریم ﷺ کے بعد تمام امت میں افضل ترین ہیں اور نبی کریم ﷺ کے یارِ غار ہیں۔ دربارِ نبوی ﷺ سے صدیق کا لقب پانے والے ہیں۔ خلیفہِ رسول اللہ ﷺ ہیں، لہٰذا ان کے حضرت زیدؓ کے انتخاب میں کوئی تردد اور شک نہیں ہونا چاہیے۔ خود صدیق اکبرؓ نے جو زیدؓ کے انتخاب کے وقت ان کی خصوصیات گنوائیں ہیں وہ حضرت زیدؓ کے لیے امتیازی خصوصیات کا درجہ رکھتی ہیں آپؓ نے فرمایا:

"قال أبوبكر :انك رجل شابّ عاقل لانتهمك، وقد كنت تكتب الوحى لرسول الله ﷺ."(۸۴)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو فرمایا کہ "آپ ایک نوجوان آدمی ہیں"، ظاہر ہے کہ اتنی محنت والا اس قدر طویل کام جو مسلسل ایک سال تک محیط ہو ایک نوجوان شخص ہی کر سکتا ہے۔ عمر رسیدہ اشخاص کی خدمات تو یہاں کام نہیں آسکتیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے دوسری خصوصیت یہ بیان کی کہ حضرت زیدؓ عاقل ہیں، یعنی تدوینِ قرآن جیسے اہم کام کے معاملے کی نزاکت کو سمجھنے والے ہیں۔ اور اس بات کی بھی بخوبی سمجھ رکھتے ہیں کہ کس آیت کو کس مقام پر رکھنا ہے۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حضرت زیدؓ بن ثابت نبی کریم ﷺ کے لیے وحی الٰہی لکھتے رہے ہیں۔ کاتبِ وحی تو صحابہ کی ایک کثیر تعداد تھی مگر نبی کریم ﷺ حضرت زیدؓ بن ثابت سے زیادہ وحی کی کتابت کرواتے تھے جس کی ایک وجہ شاید یہ بھی ہو کہ حضرت زیدؓ بن ثابت کا گھر نبی کریم ﷺ کے گھر سے متصل تھا، اور نزولِ وحی پر نبی کریم ﷺ حضرت زیدؓ کو بلوا لیا کرتے تھے۔ یہ بات تمام صحابہ کرامؓ کو معلوم تھی، لہٰذا ان کو تدوینِ قرآن

کے اہم کام پر مامور کرنا باقی صحابہ کرامؓ کے لیے قابلِ اعتراض نہ ہو سکتا تھا۔ شاید "لانتھمك" میں اسی طرف اشارہ ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت زیدؓ کے متعلق حضرت ابوبکرؓ کے یہ الفاظ ہیں:

"فانه كان شاباً حدثاً تقياً يكتب الوحي لرسول الله ﷺ." (۸۵)

حضرت زیدؓ متقی و پرہیزگار ہیں۔ لہٰذا ان کے جمع کیے ہوئے قرآن میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بات بھی مدنظر رہنی چاہیے کہ صرف حضرت زیدؓ نے تنہا قرآن مجید مدوّن نہیں کیا تھا بلکہ ان کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی ایک پوری جماعت کام کر رہی تھی جن میں حضرت عمرؓ سرفہرست تھے۔ جو منادی کے بعد خود مسجد نبوی ﷺ کے دروازے پر بیٹھ کر قرآن مجید کا تحریر شدہ حصہ وصول کرتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کے بعد امت میں یہی جلیل القدر صحابی تھے۔ اور پھر اسکے ساتھ ساتھ محدث امت بھی تھے۔ اس لحاظ سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف حضرت زیدؓ نے قرآن مجید کی تدوین کی۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت زیدؓ کا تدوینِ قرآن کے مسئلہ میں انتخاب ایک مستحسن قدم تھا اور پھر حضرت زیدؓ اس مسئلہ میں اکیلے نہ تھے بلکہ ان کو اکابر صحابہ کرامؓ کی تائید اور رہنمائی بھی حاصل تھی۔

۸۔　ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت زیدؓ سے مروی "تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقیؓ" کے متعلق روایت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات حارث بن خزیمہ کے پاس سے ملیں تھیں۔ یہ بات خبر واحد پر دلالت کرتی ہے جب کہ قرآن مجید کے لیے تواتر شرط ہے۔

سورۃ توبہ کی آخری دو آیات تواتر کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے مسموع تو تھیں اور صحابہ کرامؓ کو یاد بھی تھیں، اس کے ساتھ ساتھ ان آیات کا محل و مقام بھی تمام صحابہ کرامؓ کو معلوم تھا۔ مگر حضرت زیدؓ کا کسی صحابی سے کسی آیت کو لینے کا یہ طریقہ کار تھا کہ وہ صرف حفظ پر اکتفاء نہیں کرتے تھے، بلکہ محققانہ طریقہ کار اپناتے ہوئے حفظ کے ساتھ آیات کو تحریری شکل میں بھی لیتے تھے، اس گواہی کے ساتھ کہ وہ آیات نبی کریم ﷺ کے سامنے تحریر کی گئی ہیں۔ لہٰذا سورۃ توبہ کی آخری دو آیات تمام صحابہ کرامؓ کو حفظ تو تھیں مگر تحریری شکل میں نہیں مل رہی تھیں، جس کے لیے حضرت زیدؓ کو تلاش وجستجو کرنا پڑی۔ چنانچہ حضرت زیدؓ ہی سے روایت ہے:

"حتى فقدت آية كنت أسمع رسول الله ﷺ يقرؤها ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ﴾ فالتمستها."

دوسری روایت جو حضرت اُبی بن کعبؓ سے متعلق ہے جس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات

نبی کریم ﷺ سے مسموع تو تھیں مگر مکتوب شکل میں مفقود تھیں۔ وہ فرماتے ہیں:

"وانه أبياً كان يملي ورجال يكتبون حتى انتهو الى قولى تعالى: ﴿ثُمَّ انْصَرَفُوْا...... ﴾ فظنوها آخرماأنزل، فقال أبي: ان رسول الله ﷺ قد أقرانى بعد هذا آيتين ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ...... ﴾."

حضرت عمرؓ نے فرمایا:

"وان عمر قال للحارث بن خزيمة حين أتى بهاتين الآيتين، وأنا أشهد لسمعتهما من رسول الله ﷺ."

درج بالا روایات سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ سورۃ توبہ کی آخری دوآیات جو صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی تھیں وہ صحابہ کرامؓ کو یاد تو تھیں اوران آیات کا مقام بھی جانتے تھے کہ یہ سورۃ توبہ کی آخری دوآیات ہیں۔ مگر لکھی ہوئی صرف حارث بن خزیمہؓ کے پاس سے ملیں۔ حضرت زیدؓ کے اس قول 'لم أجدها مع أحد غيره'' کی وضاحت حافظ ابن حجرؒ اس طرح کرتے ہیں:

"قوله (لم أجدها مع أحد غيره) أى مكتوبة، كان لايكتفي بالحفظ دون الكتابة، ولا يلزم من عدم وجدانه اياها حينئذٍ أن لاتكون تواترت عنده من لم يتلقها من النبى ﷺ وانما كان زيد يطلب التثبت عمن تلقاها بغير واسطة، وفائدة التتبع المبالغة في الاستظهار، والوقوف عند ماكتب بين يدى النبىؐ."(۸۶)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں:

"كأنه ظن أن قولهم لايثبت القرآن بخبر الواحد أى الشخص الواحد، وليس كان ظن، بل المراد بخبر الوحد خلاف الخبر المتواتر، فلو بلغت رواة الخبر عدد كثير أوفقد شيأ من شرح المتواتر لم يخرج عن كونه خبر الواحد. والحق أن المراد بالنفي نفي وجودها مكتوبة لانفي كونها محفوظة."(۸۷)

۹۔　دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار (J. D. Pearson) کا کہنا ہے کہ تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی کے متعلق صحیح بخاری میں جو روایت ہے اس سے بے شمار روایات متعارض ومتخالف ہیں، جس کا ابتداء میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

"But there are serious problems with this account (which is

narrated in Sahi-Bukhari about the collection of the Quran in the era of Abu Bakr)............ Others say "Umar ordered th compilation, but died befor it was completed."(88)

فاضل مستشرق نے درج بالا تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے متعارض ومتخالف جو روایات پیش کی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایات تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے ہرگز متعارض نہیں ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ اوراق میں ان روایات کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ لینے سے بات واضح ہو چکی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ بروکلمان، کارل، تاریخ الادب العربی، ترجمہ: عبدالحلیم النجار، دارالمعارف، قاہرہ، (س۔ن)، طبع پنجم، ج۱،ص۱۳۹۔ سعید، ڈاکٹر لبیب، الجمع الصوتی الأول للقرآن، دارالمعارف، بیروت، ۱۹۹۰ء، ص۳۴۔

2. Encyclopedia of Islam, E. J. Brill, Leiden, 1986, vol. V, p. 405.

۳۔ جیفری، آرتھر، مقدمہ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، تحقیق: آرتھر جیفری، مطبعہ رحمانیہ، طبع اول، مصر، ۱۹۳۶ء، ص۵۔

4. Encyclopedia of Islam, E. J. Brill, Leiden, 1986, vol. V, p. 405.

۵۔ ابن شبہ، زید عمر، تاریخ المدینۃ المنورۃ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ج۲،ص۹۔

۶۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تقریب التہذیب، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج۱،ص۲۳۶۰۔

۷۔ دانی، ابوعمرو، المقنع فی رسم مصاحف الامصار، مطبعۃ الدولۃ استنبول، ۱۹۳۲ء، ص۹۔

۸۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر، ۱۹۳۶ء، ص۱۰۔

۹۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، ص۱۰۔

۱۰۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج۱،ص۴۶۹۔

۱۱۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، ج۱،ص۴۶۹۔

۱۲۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری (کتاب: فضائل القرآن، باب: جمع القرآن)، دارالمعرفہ، بیروت، (س۔ن)، ج۹،ص۱۲۔

۱۳۔ ابن ضریس اس روایت پر تبصرہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محمد بن سیرین نے حضرت عکرمہ سے پوچھا کہ کیا اس طرح قرآن جمع کیا جا سکتا تھا جس طرح حضرت علیؓ ترتیبِ نزولی کے مطابق جمع کرنا چاہتے

تھے؟ تو حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اگر تمام جن وانس بھی اکٹھے ہو کر قرآن کو ترتیب نزولی کے مطابق جمع کرنے کی کوشش کرتے تو یہ سعی لاحاصل ہی ٹھہرتی: **قال محمد: فقلت لعکرمة: ألفوہ کما أنزل الأوّل فالأوّل، قال: لو اجتمعت الانس والجنّ علٰی أن یؤلفوہ ذلك التالیف ما استطاعوا**" ، دیکھیے: ابن ضریس، فضائل القرآن، ص ۶۵۔

۱۴۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، دارالکتب العلمیہ ،۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۵۹۔

۱۵۔ ابن حجر، فتح الباری، (کتاب: فضائل القرآن، باب: جمع القرآن)، ج ۹، ص ۱۶۔

۱۶۔ ابن حجر، فتح الباری، (کتاب: فضائل القرآن، باب: جمع القرآن)، ج ۹، ص ۱۵۔

۱۷۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث ۔کتاب المصاحف، ص ۵۔

۱۸۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن ۔الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱ ص ۵۹

۱۹۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹۔

۲۰۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۶۰۔

۲۱۔ آلوسی، سید محمود، روح المعانی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۷ء، ج ۱، ص ۲۲۔

۲۲۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، ص ۳۰۔

۲۳۔ حنبل، امام احمد، مسند، حدیث نمبر: ۲۰۷۲۰، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۴ء، ج ۶، ص ۱۶۱۔

۲۴۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، ص ۹۔

۲۵۔ ابوشامہ، شہاب الدین عبدالرحمٰن بن اسماعیل، المرشد الوجیز الی علوم تتعلق بالکتاب العزیز، تحقیق: طیار آلتی قولاج، داروقف الدیانۃ الترکی للطباعۃ والنشر ،انقرہ، طبعہ ثانیہ، ۱۹۸۶ء، ص ۵۵، ۵۶۔

۲۶۔ سخاوی، علم الدین ابوالحسن علی بن محمد، جمال القراء وکمال الاقراء، تحقیق وتعلیق: ڈاکٹر عبدالکریم الزُبیدی، دارالبلاغۃ، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۳ء، ج ۱، ص ۲۶۳۔

۲۷۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۱۰۔

۲۸۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری (کتاب: فضائل القرآن، باب: جمع القرآن)، ج ۹، ص ۱۳۔

۲۹۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹۔

۳۰۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۳۔

۳۱۔ سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۹۔

۳۲۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۳۔

۳۳۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث، کتاب المصاحف، ص ۱۱۔

۳۴۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، ص ۳۰-۳۱۔

۳۵۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسۃ وتحقیق ونقد: ڈاکٹر محبّ الدین، دار البشائر الاسلامیہ، طبعہ ثانیہ، ۲۰۰۲ء، حاشیہ ص ۲۲۴۔

۳۶۔ جس کو محقق نے حاشیہ میں لفظ (ش) سے ظاہر کیا ہے، دیکھو: ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسۃ و تحقیق ونقد: ڈاکٹر محب الدین، حاشیہ ص ۲۲۴۔

۳۷۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسۃ وتحقیق ونقد: ڈاکٹر محبّ الدین، حاشیہ ص ۱۷۲۔

۳۸۔ ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، تحت یحییٰ بن عبدالرحمٰن۔

۳۹۔ ابن حبان، محمد، ابن احمد ابی حاتم، کتاب الثقات، مطبعہ دائرہ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ہند ۱۹۷۳ء، ج ۲، ص ۳۰۶۔

۴۰۔ ابن حبان، محمد، ابن احمد ابی حاتم، کتاب الثقات، ج ۲، ص ۲۹۲۔

۴۱۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آي القرآن، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج ۱ ص ۲۰۔

۴۲۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔ مطبعۃ السعادۃ بحوالہ محافظہ، مصر ۱۳۲۸ھ، ج ۲ ص ۱۱۲۔

۴۳۔ ابن اثیر علی ابی الکرم، اسد الغابہ، (تحت ذکر: حفصہ بن عمرؓ) ج ۶، ص ۶۷۔

۴۴۔ ابو عبید، قاسم بن سلام، فضائل القرآن، دار ابن کثیر، بیروت، ۱۹۹۶ء، ص ۲۸۹۔

۴۵۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، میزان الاعتدال، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۶، ص ۳۷۱۔

۴۶۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ج ۶، ص ۳۷۱۔

۴۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ج ۶، ص ۳۷۱۔

۴۸۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۱۱۔

۴۹۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تہذیب التہذیب، ج ۶، ص ۳۱۱۔

۵۰۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۲۔

۵۱۔ سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن، الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۷۳-۷۴۔

۵۲۔ ابن سعد، محمد، الطبقات الکبریٰ، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ج ۳، ص ۲۱۱۔

۵۳۔ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان، معرفۃ القراء الکبار، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۸۸ء، ج ۱،

ص ۲۷۔
۵۴۔ ابوعبید، قاسم بن سلام، فضائل القرآن، ص ۲۰۴۔
۵۵۔ ذہبی، میزان الاعتدال، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۱، ص ۴۲۸۔
۵۶۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۴۲۸۔
۵۷۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۴۲۸۔
۵۸۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، تقریب التہذیب، ج ۱، ص ۵۷۔
۵۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب: القراء من أصحاب النبی ﷺ، روایت نمبر ۵۰۰۵۔
۶۰۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۵۴۔
۶۱۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، محقق: آرتھر جیفری، ص ۵۔
۶۲۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۵۴۔
۶۳۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۵۴۔
۶۴۔ عسقلانی، ابن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۵۳، ۵۴۔
۶۵۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۲۳۔
۶۶۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۲۳۔
۶۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، (کتاب الصلوٰۃ)، ج ۲، ص ۳۹۲۔
۶۸۔ مسلم، ابن حجاج القشیری، صحیح، (کتاب الصلوٰۃ)، ج ۲، ص ۳۱۲۔
۶۹۔ ابن حنبل، احمد، مسند، ج ۶، ص ۵۷۸۔
۷۰۔ عبدالحمید، حاشیہ وفاء الوفاء (نورالدین سمہودی)، حاشیہ نگار عبدالحمید لکھتے ہیں کہ "یسبح" کے معنی "صلوۃ النافلۃ" کے ہیں۔
۷۱۔ ابن شبہ، عمر، تاریخ المدینۃ المنورۃ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۶ء، ج ۱، ص ۹۔
۷۲۔ عبدالحمید، حاشیہ وفاء الوفاء (نورالدین سمہودی)، ج ۲، ص ۲۶۸۔
۷۳۔ کرمانی، محمد بن یوسف، الکواکب الدراری فی شرح الصحیح للبخاری، مؤسسۃ المطبوعات الاسلامیہ، مصر، ۱۳۵۴ھ، ج ۲، ص ۱۵۵۔
۷۴۔ عینی، بدرالدین، عمدۃ القاری، ج ۷، ص ۲۳۵۔
۷۵۔ قسطلانی، احمد بن محمد، ارشاد الساری، مطبعہ میمنیہ، مصر ۱۳۲۵ھ، ج ۴، ص ۲۱۰۔

۷۶۔ فؤاد عبدالباقی، حاشیہ صحیح مسلم، دارالفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء، ج ۲، ص ۳۶۵۔
۷۷۔ شنقیطی، محمد خضر، کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۵ء، ج ۲، ص ۳۶۵۔
۷۸۔ کشمیری، انور شاہ، مرتب: بدر عالم، فیض الباری، ج ۲، ص ۸۱۔
۷۹۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۵۴۔
۸۰۔ ابو عبید، قاسم بن سلام، فضائل القرآن، ص ۲۵۔
۸۱۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، (باب جمع القرآن)، ج ۹، ص ۱۴۔
۸۲۔ آرتھر جیفری، مقدمہ کتاب المصاحف لابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، ص ۵۔
۸۳۔ رحمانی، مولانا عبداللطیف، تاریخ القرآن، ص ۴۴۔
۸۴۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۲۔
۸۵۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۲۔ رحمانی، عبداللطیف، تاریخ القرآن، ص ۴۵۔
۸۶۔ ابن ابی داؤد، عبداللہ بن سلیمان بن الاشعث، کتاب المصاحف، تحقیق: آرتھر جیفری، ۳۰۔
۸۷۔ عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۳۔

88. Encyclopeadia of Islam, Leiden, E.J.Bril, 1989, vol: v, p.405.